ہماری دعا

کیوں قبول نہیں ہوتی

از

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

قیمت :- مجلد ایک روپیہ پچاس پیسے

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

آج کل عام طور سے مسلمانوں کو شکایت ہے کہ جب ہم کوئی دعا مانگتے ہیں تو اسکی قبولیت کے آثار ہمیں نہیں معلوم ہوتے اور جس چیز کو طلب کرتے ہیں وہ نہیں ملتی حالانکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھے پکارو اور مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

یہ اس شبہ کا خلاصہ ہے جو آجکل اکثر لوگوں کو پیش آیا کرتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں میں ایک طبقہ بدقسمتی سے ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو دعا کو محض لغو اور بیکار چیز سمجھتا ہے اسکا خیال ہے کہ دعا ایک طفل تسلی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور دعا کا کوئی اثر قضا و قدر کے فیصلوں پر نہیں پڑ سکتا۔ ہمیں اسوقت اس طبقہ سے نہ تو بحث کرنی ہے اور نہ یہ مختصر مضمون اس بحث کا متحمل ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں ہم اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ جس سے ان لوگوں کی مذہبی ناواقفیت، ان کے دلائل باطلہ اور ان کی کج فہمی کا راز طشت ازبام ہو جائے گا۔ اس وقت ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ دعا کس طرح مانگنی چاہئے۔ دعا کی قبولیت کے آثار کیا ہیں۔ وہ کون کون سے مواقع ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے اور اسی قسم کی بعض چیزیں جو دعا سے متعلق ہیں ذکر کرنی مقصود ہیں۔ تاکہ آپ خدا سے دعا کرتے وقت ان امور و شرائط کی پابندی کریں، جو دعا کے لئے لازم اور ضروری ہیں۔ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کسی مسلمان کی دعا (جبکہ وہ جملہ آداب کی رعایت رکھے) رد نہیں

ہوتی، بلکہ ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ کبھی جو چیز طلب کرتا ہے وہی عنایت ہو جاتی ہے۔ اور کبھی اس دعا کی برکت سے کوئی خاص بلا اور مصیبت نازل ہونے والی تھی وہ رد کر دی جاتی ہے اور کبھی جل مجدہٗ کی مصالح ظاہری آثار مرتب کرنے سے مانع ہوتی ہیں تو اس کی دعا کے بدلے میں خاص اجر و ثواب محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قیامت میں جب بندہ کو وہ اجر عطا کیا جائے گا جو اس کی درخواستوں اور دعاؤں کے صلہ میں محفوظ رکھا گیا تھا تو بندہ اس امر کی تمنا کرے گا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا بھی اثر ظاہر نہیں کیا جاتا تو اچھا ہوتا بلکہ وقتاً فوقتاً جو دعائیں میں نے خدا سے مانگی تھیں ان سب کا آج کے دن مجھے ثواب ہی عطا کر دیا جاتا۔ پس یہ امر ثابت ہے کہ مسلمان کی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ قبول کر لی جاتی ہے تو بعض لوگوں کا دعا کے بعد یہ کہنا کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، حضرت حق جل مجدہٗ کی شان میں سوء ظنی اور حد درجہ کی گستاخی ہے، کیونکہ عدم قبولیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جو چیز طلب کرتا تھا وہ کبھی نہ ملے، کوئی بلا جو نازل ہونے والی تھی وہ کبھی نہ رد کی جائے اور قیامت میں اجر کبھی نہ ملے اور جب ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کا حصول یقینی ہے تو پھر عدم قبول کا شکوہ نہ صرف لغو بلکہ مذہبی ناواقفیت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

-- ---- - -- --

آدابِ دُعا

۱۔ دعا کرنے والے کا کھانا پینا اور لباس مالِ حرام سے نہ ہو۔ اور اسی طرح اسکا کسب
یعنی کمائی بھی حرام کی نہ ہو بلکہ جو پیشہ کرتا ہے وہ پیشہ حلال ہو (۲) اخلاص کے ساتھ دعا
مانگی جائے۔ دکھاوے اور ریا سے نہ مانگے۔ خدا کے ساتھ دعا میں کسی کو شریک نہ کرے (۳) دعا
کرنے سے پہلے کوئی نیک کام کر لے مثلاً کچھ صدقہ اور خیرات کر دے یا نماز پڑھ لے (۴) پاکیزگی اور
تطہیر کا خیال رکھنا، اور غسل کا موقع نہ ہو تو کم از کم وضو ہی کر لینا چاہیئے۔ (۵) قبلہ کیطرف
منہ کر کے اور التحیات کے طریقہ پر بیٹھ کر دعا مانگنا (۶) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا
بیان کرنا۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنا (۷) دونوں ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ
کی ہتھیلیاں کھول کر دعا مانگنا دونوں ہاتھ اس قدر اونچے کئے جائیں کہ کندھوں اور شانوں
کے مقابل ہو جائیں۔ جس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو سینے کے قریب نہ کیے جائیں
بلکہ سامنے کی سمت میں بڑھے ہوئے ہوں (۸) دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنا، یعنی کوئی کپڑا
وغیرہ ہاتھوں پر نہ ہو بلکہ کپڑے سے ہاتھوں کو نکال کر دعا مانگنا (۹) دعا میں خشوع وخضوع
انتہائی ادب، عاجزی اور مسکنت کی رعایت رکھنا (۱۰) اِلحاح یعنی گڑگڑا کر دعا مانگنا
(۱۱) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو یا اپنے کسی نیک کام کو یا انبیاء اور صلحا کو وسیلہ بنانا
یعنی دعا میں یہ کہنا کہ یا اللہ میں تیرے کرم اور تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں یا اپنے کسی
نیک کام کا ذکر کر کے یہ کہنا الٰہی اگر میرا فلاں عمل تیرے نزدیک مقبول ہے تو اس کے وسیلے
سے میری یہ دعا قبول فرمالے اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام یا کسی صالح اور بزرگ
انسان کے وسیلہ سے دعا مانگی جائے (۱۲) آہستہ اور پست آواز سے دعا مانگنا (۱۳) دعا میں
تکرار کرنا سات بار یا پانچ یا کم از کم تین بار دعا کرنا (۱۴) دعا سے پہلے اپنے جرم اور
گناہوں کا اعتراف کرنا مثلاً۔ مثلاً اے اللہ میں بڑا گنہگار ہوں (۱۵) دعا مانگنے میں قلب سے

پوری کوشش کرنا۔ قلب کو متوجہ رکھنا، اور پوری طرح دل لگا کر رغبت اور شوق سے دعا مانگنا۔ اور خدا سے اچھی امید رکھنا۔ عزم کو پختہ اور ارادہ کو مضبوط رکھنا (۱۶) دعا مانگنے کے بعد آمین کہنا (اگر کوئی امام ہو تو مقتدیوں کو بھی آمین کہنی چاہیئے) (۱۷) ہر چھوٹی بڑی حاجت کو خدا ہی سے مانگنا (۱۸) ایسے الفاظ کے ساتھ دعا مانگنا کہ الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ ہوں اور ایسے الفاظ ہوں جو دین و دنیا کی ضرورتوں کو شامل ہوں مثلاً رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹) دعا میں اپنے نفس کو اپنے ماں باپ کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو مقدم کرنا یعنی پہلے ان چیزوں کا دعا میں ذکر کرنا (۲۰) دعا کرتے وقت آسمان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ نگاہ نیچے رکھے کیونکہ ادب کا مقتضا یہی ہے (۲۱) دعا میں قافیہ بندی یا بتکلف قافیہ بندی کی کوشش سے بچنا چاہیئے (۲۲) دعا میں گانے کا طریقہ اختیار نہ کرے (اس ادب کی سند نہیں ملی) (۲۳) گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ مانگے (۲۴) دعا میں خدا کی رحمت کو تنگ نہ کرے (مثلاً یوں نہ کہے کہ یا اللہ مجھ کو روزی دے اور کسی کو نہ دے وغیرہ) (۲۵) جو چیز عادتاً محال ہو اس کی دعا نہ مانگے (مثلاً مجھے جوان بنا دے، یا میں کبھی نہ مروں یا میرا قد چھوٹا ہو جائے یا سورج نہ نکلے وغیرہ) (۲۶) دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کرے یعنی میں نے دعا مانگی تھی ابھی تک قبول نہ ہوئی جلدی سے میری دعا قبول کر اسی طرح یہ بھی نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی تھی وہ دعا قبول نہ ہوئی (۲۷) دعا سے فارغ ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا۔ مضمون کی طوالت کے باعث ہم نے ان دلائل کو چھوڑ دیا ہے جن سے دعا کے یہ تمام آداب اخذ کیے گئے ہیں۔

اجابت کے اوقات :- ۱۔ شب قدر رمضان شریف کی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، اور ۲۹ رات (۲) یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) (۳) شہر رمضان (پورا کا پورا مہینہ) (۴) جمعہ کی شب (۵) جمعہ کا دن (۶) جمعہ کے دن کی خاص ساعت اس گھڑی کی تعیین کے متعلق تقریباً چالیس قول ہیں، زیادہ مشہور اور صحیح دو قول ہیں ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ پڑھنے کیلئے منبر پر آ کر بیٹھے

اس وقت سے نماز کا سلام پھیرنے تک خصوصًا جبکہ وہ سورۂ فاتحہ شروع کرے تو ولا الضالین کہنے تک اس ساعت کی زیادہ امید ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک یہ گھڑی ہوتی ہے (۷) رات میں دعا کرنا بالخصوص آدھی رات کے بعد (۸) رات کا پہلا تیسرا حصہ یعنی رات کے تین حصے اگر کئے جائیں تو ان میں سے پہلا حصہ اگر رات ۱۲ گھنٹے کی ہو ۶ بجے غروب ہوتا ہو اور چھ بجے طلوع تو رات کے دس بجے تک کا وقت (۹) رات کا پچھلا تیسرا حصہ ۱۲ گھنٹے کی رات میں ۲ بجے سے ۶ بجے تک (۱۰) آخری رات کا چھٹا حصہ (۱۱) صبح صادق کے وقت (۱۲) نماز کے لئے جب کوئی مؤذن اذان دے یعنی اذان کے وقت کوئی شخص اذان سن کر دعا مانگے تو قبول ہوتی ہے۔ (۱۳) اذان اور تکبیر کا درمیانی وقت (۱۴) تکبیر شروع ہونے کے وقت (۱۵) حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بعد خصوصًا اس شخص کے لئے جو رنج و مصیبت میں مبتلا ہو (۱۶) جہاد کی صف میں جب کوئی شخص کھڑا ہو (۱۷) اسلامی لشکر جب کفار سے لڑتے لڑتے مل جائے یعنی جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو (۱۸) فرض نماز کے بعد (۱۹) سجدے کی حالت میں (یعنی نماز کی حالت میں جب سجدہ کرے) (۲۰) تلاوت قرآن شریف کے بعد (۲۱) ختم قرآن کے بعد بالخصوص قاری قرآن کی (یعنی جب حافظ نے قرآن شریف ختم کیا ہے اس کی دعا سننے والے کے اعتبار سے زیادہ مقبول ہے (۲۲) جب امام ولا الضالین کہے۔ یہ وقت بھی دعا کی قبولیت کا ہے (۲۳) زمزم شریف کا پانی پینے کے وقت (۲۴) پچھلی رات میں مرغ کی اذان کے وقت (۲۵) جہاں مسلمان کثرت سے جمع ہوں، مثلاً عید، جمعہ، عرفات (۲۶) مجالس ذکر میں (۲۷) مردے کی آنکھیں بند کرتے وقت (یعنی جس وقت روح پرواز ہوا اور لوگ میت کی آنکھیں اور منہ بند کرنے لگیں (یہ وقت بھی دعا کی قبولیت کا ہے) یا مرنے کے پاس حاضر ہونے کی حالت میں (۲۸) جس وقت بارش ہو رہی ہو (۲۹) کعبہ شریف کو دیکھتے وقت۔

وہ مقامات جہاں دعا قبول ہونے کی امید کی جاتی ہے

۱۔ جو جگہ کسی شرعی اعتبار سے متبرک ہو وہاں بیٹھ کر دعا مانگنے سے قبول ہوتی ہے
(۲) مسجد الحرام (۳) مسجد نبوی (۴) مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس کی مسجد) (۵) مطاف یعنی وہ جگہ
جہاں حاجی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں (۶) ملتزم یعنی سنگ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے
کی چوکھٹ کا درمیانی حصہ۔ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر (۸) زمزم شریف کے پاس (۹)
صفا اور مروہ کے پہاڑ پر (۱۰) صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ جس کو سعی کہتے ہیں (۱۱)
(۱۱) مقام ابراہیمؑ کے پیچھے (۱۲) عرفات جہاں نویں تاریخ کو حاجی جمع ہوتے ہیں (۱۳) مزدلفہ
جہاں عرفات سے واپس آکر رات کو قیام کرتے ہیں (۱۴) منیٰ جہاں حج کے بعد ۳ دن تک
قیام کرتے ہیں (۱۵) جمرات ثلث۔ وہ تینوں مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں (۱۶)
میزاب رحمت کے نیچے یعنی کعبے کی چھت کے پرنالے کے نیچے (۱۷) سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی قبر مطہر و مبارک کے قریب (۱۸) بین الجلالتین یعنی سورۂ انعام کی وہ آیت جس میں
دو جگہ لفظ اللہ متصل آیا ہے۔ ایک دفعہ اللہ کہہ کر دعا مانگنا اور پھر دوسرے لفظ اللہ
کے شروع میں کرنا ان دونوں ناموں کے درمیان بھی دعا مانگنا مقبول ہے آیت حسب ذیل
ہے مقام دعا میں فاصلہ کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔

جب آتی ہے ان کے پاس کوئی نشانی تو وہ کافر کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دیدی جائیں ہم کو وہ چیزیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس جگہ رسالت دی جائے۔

وہ لوگ جن کی دُعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) مضطر یعنی انتہائی بے قرار (۲) مظلوم خواہ یہ مظلوم فاسق و فاجر اور کافر ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی مظلوم اگر کافر بھی ہو تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے کافروں کی دعا کے متعلق بعض حضرات کو شبہ ہوا ہے اور انہوں نے

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ — نہیں ہے دعا کافروں کی مگر گمراہی میں۔

سے استدلال بھی کیا ہے جو صحیح نہیں ہے ایک صفحہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس آیت سے نہایت غلط اور شرمناک استدلال کیا ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس وقت کسی نئی بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتے مرزا کا تو ذکر ہی بیکار ہے جس شخص سے حضرت ظل مجدہٗ نے عقل سلیم اور فکر صحیح ہی سلب کر لیا ہو اور جس کا علم ہی اس گمراہی اور ضلالت کا موجب ہو اس کا شکوہ ہی فضول ہے البتہ بعض علماء نے کفار کی دعا کے متعلق جو استدلال کیا ہے اس کا حضرات محققین نے کافی جواب دیدیا ہے اور صحیح چیز یہی ہے کہ دعا کفار کی بھی مسموع ہے اور بالخصوص کافر مضطر کی۔ باقی رہا عدم قبولیت فی الآخرۃ تو وہ شئی دیگر ہے (۳) والد کی دعا اپنی اولاد کے حق میں علماء نے تشریح کی ہے کہ والدہ کی دعا کا بھی یہی حکم ہے) والد کی دعا خواہ اچھی ہو یا بُری اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے نبی کی دعا اپنی امت کے حق میں (۴) امام عادل اور منصف حاکم (امام عادل اور حاکم سے مراد مسلمان ہے اس لئے کہ کافر مسلمانوں کا امام یا حاکم نہیں ہو سکتا بلکہ کافر کو مسلمانوں پر کسی حیثیت سے بھی حق ولایت و حکومت حاصل نہیں۔

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ — اور ہرگز خدا تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر غلبہ کا راستہ نہیں دیتا۔

(۵) رجل صالح اور نیک مرد کی دعا بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے (۶) نیک اور مطیع و فرماں بردار اولاد کی دعا اپنے ماں باپ کے حق میں (۷) مسافروں کی دعا حالت سفر میں (دعا خواہ اپنے لئے ہو یا غیر کے لئے) (۸) روزہ دار کی دعا افطار کے وقت (۹) ایک مسلمان کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کی غیبت میں (یعنی ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان کو اس کی پیٹھ کے پیچھے دعا دے تو یہ دعا بھی قبول ہوتی ہے) غیبت کی قید شاید اس لئے لگائی گئی کہ یہ دعا مخلصانہ ہوگی سامنے کی دعا میں ریا اور خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے (۱۰) ہر مسلمان کی دعا بشرطیکہ وہ ظلم یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور دعا کے بعد یہ بھی نہ کہے کہ میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہ ہوئی (۱۱) توبہ کرنے والے کی دعا (جو شخص اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور توبہ کے بعد کوئی دعا کرتا ہے تو وہ دعا قبول کر لی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ توبہ میں دیر نہیں لگاتے بلکہ صدور جرم کے ساتھ فوراً ہی توبہ کر لینے کے عادی ہیں ان کی دعائیں بھی مقبول ہیں) (۱۲) جو شخص رات کو نیند سے چونک کر یہ دعا پڑھے:-

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔	اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اسی کی حکومت اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ہر طرح کی تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں نہیں ہے کوئی حقیقی معبود اور کامل قوت کا مالک مگر اللہ۔ اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔

یا اس کے علاوہ کوئی اور دعا کرے تو وہ مقبول ہو جاتی ہے اور اگر یہ چونکنے والا انسان ذرا ہمت کر کے وضو کرے اور تھوڑی سی نماز پڑھ لے تو یہ نماز بھی مقبول

ہو جاتی ہے سوتے ہوئے آدمی کو کبھی حضرت حق جل مجدہٗ کی جانب سے اس لئے جگایا جاتا ہے کہ بندہ اٹھ کر کچھ عبادت کرے اور جب اس غرض کے لئے جگایا گیا تھا اور بندہ نے وہ پوری کر لی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اسکی دعا قبول نہ کی جائے (۱۳) جو شخص

یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ — اے صاحب بزرگی اور بخشش والے۔

کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (۱۴) جب کوئی شخص یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کہہ کر دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول کر لی جاتی ہے (تین بار اس کلمہ کو جب کوئی مسلمان کہتا ہے تو فرشتہ اس بندے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے مانگ کیا مانگتا ہے (۱۵) جب کوئی بندہ تین بار خدا سے جنت طلب کرتا ہے تو جنت حق جل مجدہٗ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے

اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ — یا اللہ اسے جنت میں داخل کردے۔

اور جب کوئی بندہ دوزخ سے تین بار پناہ مانگتا ہے تو دوزخ عرض کرتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ مِنَ النَّارِ — یا اللہ اس بندے کو آگ سے بچالے۔

(۱۶) حجاج کی دعا جب تک حاجی اپنے گھر لوٹ کر نہ آجائے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ (۱۷) جو مسلمان اپنی کسی حاجت کے لئے ذیل کے کلمات پڑھے گا اس کی حاجت پوری کردی جائے گی۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ — تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں

یہ دعا حضرت ذوالنون، یونس علیہ السلام کی ہے اور نہایت مجرب ہے۔ (۱۸) جو شخص اذان کے بعد حسب ذیل دعا پڑھتا ہے اس کی یہ دعا قبول کر لی جاتی ہے اور قیامت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کو میسر ہو گی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ
التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ
اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ
وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ
مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔

اے اللہ اس پکار کے رب اور اس
قائم ہونے والی نماز کے رب محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا
فرما اور ان کو اس مقام محمود میں بھیج
جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو اپنے
وعدہ کا خلاف نہیں رکھتا۔

(١٩) جو شخص عام مومنین و مومنات کے لئے ہر دن میں ٢٧ یا ٢٥ بار استغفار
کرتا ہے وہ ان لوگوں میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ جن کی دعا مستجاب ہے اور جن کی
برکت سے اہل زمین کو روزی عطا ہوتی ہے۔

اجابت دعا کے علامات

(۱) ڈر لگنا، خوف معلوم ہونا، قلب پر غیر معمولی ہیبت کا طاری ہونا (۲) بدن کے رونگٹوں کا کھڑا ہو جانا۔ (۳) آنکھوں سے آنسوؤں کا ٹپک جانا۔ (۴) ہیبت طاری ہو جانے کے بعد دل میں سکون کا پیدا ہو جانا، قلب میں خوشی اور مسرت کا پیدا ہو جانا۔ ظاہر میں طبیعت کا ہلکا ہونا ایسا محسوس ہونا کہ مجھ پر ایک بوجھ تھا جو اتر گیا۔

جب دعا مانگنے والے پر اس قسم کی کیفیت طاری ہو تو حضرت حق جل مجدہٗ کا شکریہ ادا کرے خدا کی حمد بیان کرے اللہ کی راہ میں صدقہ دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو اپنی دعا کی قبولیت معلوم ہو، یا کسی بیمار کو شفا حاصل ہو یا کوئی غائب اور مفقود الخبر سفر سے واپس آ جائے تو اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَ

جَلَالِہٖ وَبِنِعْمَتِہٖ الصَّالِحَاتِ۔

دعا کے متعلق ابھی اور چند گوشے بھی باقی ہیں جو مزید تطویل و تفصیل کے محتاج ہیں۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ جس قدر لکھ دیا گیا ہے وہ بھی عام مسلمانوں کے لئے کافی ہے، خدا تعالیٰ مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء

سرکارِ مدینہ کی بارگاہ میں عرضِ نیاز

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول
اللہ یا خیر من دفنت بالقاع
اعظمہ فطاب من طیبھن القاع
والاکم نفسی الفداء لقبر
انت ساکنہ فیہ العفاف و
فیہ الجود والکرم والصلوٰۃ
والسلام علیک یا حبیب اللہ۔

اے سب سے بہترین ذات جن کی ہڈیاں
بے آب وگیاہ میدان میں مدفون ہیں پس
ان ہڈیوں کی پاکیزگی کی وجہ سے یہ
میدان اور ٹیلے بھی پاکیزہ ہوگئے ہیں میری
جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ
فروکش ہیں وہ قبر پاکدامنی اور سخاوت اور
کرم سے معمور ہے اور صلوٰۃ و سلام نازل
ہو آپ پر اے اللہ کے پیارے حبیب۔

میرے مولا میرے آقا حضور ﷺ کا ایک گنہگار امتی دور و دراز کا سفر کرکے خدمت میں
حاضر ہوا ہے۔ اے کونین کے بادشاہ آپ کو کچھ اپنی بیکس امت کی بھی خبر ہے اے نوید خلیل ؑ
و مسیح ؑ جس دین کی خاطر آپ نے ہزارہا مصائب برداشت کئے اپنے اور بیگانوں سے
برائی اٹھائی۔ لوگوں کی گالیاں سنیں۔ پتھر کھائے۔ زخم اٹھائے۔ راتوں کی نیند اور دن
کی بھوک کھوئی۔ جس دین کے لئے آپ جلاوطن کئے گئے آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو
بے خانماں کیا گیا وہ آپ کا دین اور اس کے نام لیوا دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ اے
دین و دنیا کے مالک آج تیری امت کی آبرو سخت خطرہ میں ہے۔ مسلمان ٹکڑے
ٹکڑے کو محتاج ہیں۔ زمین اپنی وسعت و پنہائی کے باوجود ان پر تنگ ہے۔ یورپ
ایشیا اور افریقہ کے کسی کونے میں بھی ان کے رہنے کو جگہ نہیں ہے۔ دنیا کے کافروں نے
تیری بے کس اور مظلوم امت کے لئے ایکا کر لیا ہے۔ بت پرستوں نے قسم کھائی ہے

کہ خدائے وحدہٗ لا شریک کی پرستش کو دنیا سے مٹا کر چھوڑیں گے۔ صلیب پرستوں نے عہد کیا ہے کہ وہ عالم سے تیری پھیلائی ہوئی توحید کو مٹا دیں گے۔ اے دین و دنیا کے مالک تجھے کچھ خبر بھی ہے جس درخت کو تو نے اور تیرے صحابہؓ نے اپنے خون سے سرسبز کیا تھا۔ دشمن اس کو جڑ سے اکھیڑنے کی فکر کر رہے ہیں۔ مسجدوں کو بت خانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اذان و امامت کے میناروں پر گھنٹے اور ناقوس بجانے کی فکر ہے جن ممالک کو تیرے نام لینے والوں نے اپنا خون بہا کر فتح کیا تھا جس زمین پر پرستاران توحید کی برسوں اذانیں گونجی تھیں۔ آج وہ غیروں کے قبضہ میں ہے آج وہاں شرک و کفر کی علی الاعلان اشاعت ہو رہی ہے۔

اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ فریاد رسی کیجئے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بیکس ہیں لاچار ہیں۔ دنیا کے اتنے بڑے رقبہ میں ہماری حالت وہی ہے جو تیرے نواسہ مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ میں تھی ہم بے کسوں کا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار نہ ہمارا کوئی حامی ہے نہ غمگسار۔ یا رسول اللہؐ ہم اپنا درد کسے سنائیں اپنی فریاد کہاں لے جائیں اے تاجدار مدینہ جن زمینوں کو ہم نے غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ آج ہم خود وہاں غلام ہیں۔ آپ پر آپ کے قرآن پر آپ کے خدا پر شب و روز علی الاعلان طعن و تشنیع کئے جاتے ہیں۔ پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ خود آپ کے نام لیوا آپ کے دین کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس نہ حکومت ہے نہ صنعت، نہ تجارت ہے نہ امارت اور نہ باہمی اخوت۔ یورپ سے نکالے گئے، افریقہ سے بیدخل کئے گئے۔ عراق و فلسطین جا چکے۔ ہندوستان چھن گیا۔

اب اے میرے مولا! خاکم بدہن دشمنوں کی نظریں آپ کی خوابگاہ پر پڑ رہی ہیں۔ اعدا کا اثر حجاز پر پہنچ چکا ہے۔ ریگستان کے بدو آہستہ آہستہ یورپین تہذیب پر قربان ہو رہے ہیں۔ حجاز مقدس کی حدود اور اسکی چاردیواری تک دشمنوں کی توپیں

پہنچ چکی ہیں۔

حضورِ والا اگر یہی سلسلہ و نہار ہے اور سرکار کی شانِ استغنا اسی طرح قائم ہے تو آخر کیا ہوگا یہ مسلّم کہ ہم گنہگار ہیں۔ یہ مانا کہ ہم نالائق ہیں یہ تسلیم کہ ہم میں نہ صدیق رضؓ کا سا علم ہے اور نہ فاروق رضؓ جیسی شوکت اور نہ عثمان رضؓ جیسی سخاوت ہے اور نہ علی رضؓ و خالد رضؓ کی سی شجاعت ہے۔ ابوہریرہ رضؓ اور ابوذر رضؓ جیسا عمل بھی نہیں۔ بلال کی محبت بھی مفقود ہو چکی ہے اب تک جو کچھ ہوا وہ ہماری ہی غفلت کا نتیجہ تھا۔ ترا دین ہم حجاز سے لے کر نکلے تھے۔ اس کی حفاظت ہم سے نہ ہو سکی۔ ہم تیرے دین کو نذرِ برہمن کر بیٹھے تیرہ سو برس کی کمائی ہماری ہی نالائقی سے لٹ گئی یہ سب کچھ ہم نے کیا اور ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ ہمارے سردار ہم قصوروار خطاوار ہیں یہ سب کچھ ہے لیکن آخر تیرے ہیں۔ تیرے دین کے نام لیوا ہیں۔ ہمیں غیروں کے سامنے رسوا نہ کر۔ دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔

اے ہمارے آقا ہماری ذلت کی انتہا ہو چکی۔ اس سے زیادہ ہم کو ذلیل نہ ہونے دے۔ کفار ہم پر ہنستے ہیں ہمیں طعنے دیتے ہیں۔ ہماری جان ہماری اولاد ہمارے ایمان کے درپے ہیں۔

اے سردارِ دوجہاں! اے پیشوائے کون و مکاں! آخر یہ بے نیازی کب تک۔ کس چیز کا انتظار ہے کس وقت کے منتظر ہیں، کونسی بات باقی ہے۔ منزل کا آخری دور ہے۔

اٹھئے خدا کے لئے اٹھئے اپنی امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دیجئے۔ میرے آقا اٹھئے فاطمہ رضؓ کا واسطہ اٹھئے اور ایک دفعہ نگاہِ رحمت سے اپنی امت کے گنہگاروں کو دیکھ لیجئے۔ اٹھئے شہیدانِ کربلا کا واسطہ اٹھئے اور اپنی بزدل امت کو پھر ایک دفعہ دین پر مٹنے کی تعلیم دے دیجئے۔ آپ کی امت سخت اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہو چکی ہے، خیر کی گنجائش نہیں ہے حضورِ والا اگر کچھ عرصہ خبر نہ لی گئی تو دنیا میں

مسلم قوم کا خاتمہ ہو جائے گا۔ توحید الٰہی کے بجائے صرف کفر و شرک ہی کی حکومت ہو گی اس لئے اٹھئے اور ہم بدنصیبوں کو ایک دفعہ دیکھ لیجئے ہم جانتے ہیں کہ آپ کی ایک نگاہ میں سب کچھ ہے۔ اگر آپ نے ہماری درخواست قبول کر لی تو اس مرجھائے ہوئے درخت میں دوبارہ بہار آ جائے گی۔ آپ کی ایک نگاہِ کرم میں گنہگاروں کا بیڑا پار ہوتا ہے اس لئے اٹھئے خدا کے پیارے اٹھئے اور فقیروں کی جھولیاں بھر دیجئے۔ عاشق دامنِ مراد پھیلائے کھڑے ہیں۔ انہیں مایوس نہ کیجئے بہت سی سعید جانیں آپ پر سے قربان ہونے کو تڑپ رہی ہیں اور بہت سی سعادت مند روحیں اپنی قربانی کا تحفہ اپنے دامن میں لئے ہوئے باب السلام پر آپ کی منتظر ہیں۔

بہت سے مشتاق باب رحمت اور باب جبرئیل پر اپنے دل مٹھیوں میں لئے بیٹھے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے بدنصیب مسلمان آوہ بدقسمت اور دور افتادہ مسلمانوں نے اپنی آنکھوں کا فرش بچھا رکھا ہے اس لئے اٹھئے بلال حبشیؓ کا صدقہ اٹھئے اور لٹے ہوئے دلوں کی، روتی ہوئی آنکھوں کی، تڑپتی ہوئی روحوں کی لاج رکھ لیجئے۔

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ و سلم علیک یا حبیب اللہ۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد۔

۱۹ ستمبر ۱۹۲۰ء

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ میں (جبکہ دوسرے دن رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا تھا) جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا۔ جس میں رمضان کے فضائل اور روزے کی فضیلت پر مفصل بحث فرمائی اور صحابہؓ کو پورے طریقے سے رمضان شریف کے استقبال پر آمادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ایها الناس قد اظلکم شهر عظیم شهر مبارک فیه لیلة القدر خیر من الف شهر جعل الله تعالیٰ صیامه فریضة وقیامه لیله تطوعا من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه ومن ادی فریضة کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وهو شهر المواساة وهو شهر یزاد فیه رزق المومن من فطر فیه صائما کان له عتق رقبة ومغفرة لذنوبه۔

لوگو! ایک بابرکت مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے، اس مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں۔ رات کا قیام مستحب ہے اس مہینہ کے فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ مہینہ باہمی سلوک اور غم خواری کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوادیا تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں یہ دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے روزہ کھلوانے والے

قلنا یا رسول الله لیس کلنا یجد ما
یفطر به الصائم فقال یعطی الله
هذا الثواب من فطر صائما علی
مذقة لبن او شربة ماء او
تمرة ومن اشبع صائما کان له
مغفرة لذنوبه وسقاه ربه
من حوضی شربة لا یظمأ بعدها
ابدا وکان له مثل اجره من
غیر ان ینقص من اجره شیء وهو
شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة
وآخره عتق من النار ومن خفف
عن مملوکه فیه اعتقه الله من
النار فاستکثروا فیه من اربع
خصال خصلتین ترضون بهما ربکم
وخصلتین لا غنی لکم عنهما اما الخصلتان
ترضون بهما ربکم فشهادة ان لا
اله الا الله وتستغفرونه واما الخصلتان
اللتان لا غنی لکم عنهما تسئلون

کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ہوتا
ہے اور روزہ کھولنے والے کے ثواب
میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔
لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہم سب تو اتنی مقدرت نہیں رکھتے
کہ کسی روزہ دار کو افطار کرائیں اور اس
کو کھانا کھلائیں۔ ارشاد فرمایا صرف ایک
کھجور سے یا دودھ اور پانی کے گھونٹ
سے روزہ کھلوا دینا بھی کافی ہے۔
اس مہینہ کے اول دس دن رحمت کے
ہیں دوسرا دہا مغفرت کا ہے اور تیسرا
حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔
اس مہینے میں چار کام بہت ضروری
ہیں دو تو ایسے ہیں جن سے تمہارا
پروردگار راضی ہوجاتا ہے اور دو
ایسے ہیں جن کے بدون تم کو چارہ
نہیں ان چاروں میں سے ایک تو کلمہ
شہادت ہے اور دوسرے استغفار
کی کثرت یہ دونوں باتیں خدا کو بہت
پسند ہیں۔ تیسرے جنت کا طلب
کرنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا۔ یہ

ربکم الجنة وتعوذون به من النار۔

دونوں باتیں تمہارے لئے سخت ضروری ہیں روزے دار کو قیامت میں میرے حوض سے پانی پلایا جائے گا۔ پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام وعظ کا خلاصہ یہ ہے

اے لوگو! خدا کا ایک بزرگ اور مبارک مہینہ جو گوناگوں خوبیوں کا مجموعہ ہے، تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس مہینے میں ایک رات ایسی مرتبہ والی ہے جس میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کر دیئے ہیں، لیکن رات کا جاگنا اور عبادت کرنا بجائے فرض کے مستحب رکھا ہے۔ لیکن اس مہینے کا مستحب بھی ثواب میں دوسرے مہینوں کے فرض کے ہی مانند ہے اور اس مہینے کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے ثواب کی مثل ہے۔

یہ مہینہ صبر اور ضبطِ نفس کا مہینہ ہے۔ صبر کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ اس مہینے میں خاص طور پر باہمی رواداری اور ایک دوسرے کی غم خواری کرنی چاہیئے۔ اس مہینے میں مسلمانوں کے رزق اور ان کی روزی میں زیادتی کر دی جاتی ہے اگر کوئی شخص اپنے بھائی کا روزہ کھلوا دے تو اس کو ایک غلام آزاد کرانے کا ثواب بھی ملتا ہے اور تمام گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اگر کسی نے روزہ کھلوا کر کھانا بھی کھلا دیا تو نہ صرف تمام گناہوں کی مغفرت بلکہ قیامت میں میرے حوض سے پانی کی سیرابی کا وعدہ بھی اور حوضِ کوثر کا پانی جس نے ایک دفعہ قیامت میں پی لیا تو اس کو کبھی بھی پیاس کی تکلیف نہ دی جائے گی اور اس کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہو گا۔ یعنی روزہ کھولنے والے کا ثواب بدون کم ہوئے روزہ کھلوانے والے کو ایک اور روزہ کا ثواب مل جائے گا۔ اس مہینے کے پہلے

دس دن میں رحمت اور دوسرے دس دن میں مغفرت اور تیسری دہائی میں دوزخ سے آزادی دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس مہینے میں اپنے ماتحتوں سے کام لینے میں نرمی کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے آقا کو دوزخ سے آزاد کرا دیتا ہے اے لوگو! چار باتوں کا اس مہینے میں بہت خیال رکھا کرو۔ دو باتیں تو وہ ہیں جن کے باعث تم اپنے رب کو راضی کر لو گے اور دو باتیں ایسی ہیں جو تم کو ضروری ہی کرنی چاہئیں۔ جن کے بغیر تم کو چارہ نہیں۔

پہلی دو باتیں جن سے خدائے تعالیٰ کو راضی کر سکو گے ان میں سے ایک تو استغفار ہے اور دوسری کلمۂ توحید کی شہادت ہے اور جو دو باتیں تمہارے لئے ضروری ہیں وہ خدا سے جنت طلب کرنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا ہے جب تک یہ دونوں باتیں حاصل نہ ہو جائیں۔ ایک مسلمان کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔

۱۴ مارچ ۱۹۲۵ء

رحمۃ للعالمین

تاریخ میں ایک زمانہ ایسا بھی گزر چکا ہے جب وحشت اور بربریت کی تاریکیاں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں اور انسانیت اور آدمیت کا نام دنیا سے مفقود ہو گیا تھا۔ روم اور ایران و یونان اور مصر و ہندوستان اور چین یکساں طور پر کفر کی ضلالت میں گھرے ہوئے تھے، روم اور یونان کا فلسفہ خاک میں مل چکا تھا ایران اور مصر کا تمدن تباہ ہو چکا تھا ہندوستان اور چین کی تہذیب ایک قصۂ پارینہ بن گئی تھی لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گئے تھے، مسیحیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا، یہودیوں نے پروردگار عالم کو چھوڑ کر دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی تھی، زردشتیوں نے ایک خدا کے دو خدا بنا لئے تھے۔ غرض تمام روئے زمین پر کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہ تھی جہاں خدائے واحد کی عبادت کرنے والے موجود ہوں ہر طرف فساد پھیلا ہوا تھا، ہر طرف جنگ و جدل کا بازار گرم تھا، دنیا امن سے محروم ہو گئی تھی، طاقتوروں نے کمزوروں کو دبا لیا تھا۔ انسانوں کی آبادیاں آقاؤں اور غلاموں میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ زندگی کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا کس تباہ کن انجام کی طرف قدم بڑھا رہی ہے بالخصوص ملک عرب کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ دنیا کی کوئی بداخلاقی ایسی نہ تھی جو عربوں میں موجود نہ ہو، وہ تمام برائیاں جو دوسرے ممالک میں فرداً فرداً پائی جاتی تھیں، عرب میں ایک جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا سوتیلی ماؤں کے ساتھ نکاح کر لینا۔ حسد و انتقام کی آگ کو سالہا سال تک مشتعل رکھنا اور ذرا ذرا سی باتوں کو خونریز جنگوں کا بہانہ بنا لینا گویا ان کے نزدیک

کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اس اعتبار سے اگر ہم عرب کو اس زمانے کا تاریک ترین خطہ کہیں تو غلط نہ ہوگا۔

جن مؤرخین نے اس عہد کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب و علل پر فلسفیانہ نظر ڈالی ہے ان کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ قدرت اس عالم گیر تاریکی کو روشنی سے بدلنے کے لئے جو مصلح اعظم پیدا کرے گی اس کا مولد عرب جیسے ناقابل اصلاح ملک میں تجویز کیا جائے گا۔ لیکن قدرت کی مصلحتیں ہمیشہ انسانی عقل سے بالاتر رہی ہیں۔ فلسفہ کی رسائی محدود ہے۔ اس لئے یکایک دنیا کے سامنے ایک ایسا غیر متوقع اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا جس نے آج تک مؤرخین عالم کو انگشت بدنداں بنا دیا ہے۔ جہالت و حیوانیت کی تاریکیاں، جب اپنے انتہائی نقطہ پہ پہنچ گئیں تو دوشنبہ کے روز ۱۲ ربیع الاول مکہ مکرمہ میں اس آفتاب رسالت کا طلوع ہوا جو تمام دنیا کے لئے شمع ہدایت بن کر آیا تھا۔ اور جس نے مشرق سے لیکر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک تمام روئے زمین کو اپنے لمعات و انوار سے منور کر دیا۔ یہ وہی نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا جس کی شہادتیں توریت اور انجیل میں موجود تھیں جس کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا تھا۔ جس کی دعا حضرت خلیل اللہ نے مانگی تھی۔ اور جس کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سنائی گئی تھی دنیا جانتی ہے کہ جس وقت حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود دنیا میں ہوا اسی وقت سے زمانے نے کروٹ بدلنا شروع کر دی۔ اور چند سال کی مدت میں ارتقا کی وہ تمام منزلیں طے کر لی گئیں جن کے لئے فلسفیوں نے صدیاں مقرر کی تھیں۔

دنیا کی مشکلات میں سے کوئی مشکل ایسی نہ تھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی سدراہ نہ ہوئی ہو۔ کفارِ مکہ نے اپنی وحشت و جہالت کا پوری طرح مظاہرہ کیا۔ اور ایذا رسانی کی جس قدر صورتیں ممکن تھیں، وہ سب اختیار کیں، مسلمانوں کو طرح طرح سے ستایا گیا سرورِ کائنات کے ساتھ گستاخیاں اور بد سلوکیاں کی گئیں لیکن اس کے جواب میں صبر استقلال اور عفو و تحمل سے کام لیا گیا، اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں مل سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو دعائیں دیں اپنے مخالفوں کے ساتھ ہمدردی کی اور اپنے حملہ آوروں کو سینے سے لگایا۔ اس طرح ان کے قلب جو پتھر کی مانند سخت تھے موم کی طرح نرم ہو گئے۔

وہی جماعتیں جو پہلے خون کی پیاسی تھیں اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو گئیں اور وہی صحابہؓ جو پہلے جان کے خواہاں تھے اپنی جان چھڑکنے لگے۔

دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب قوم کا کیرکٹر بالکل بدل گیا۔ ان کی کینہ پروری ان کا جذبۂ انتقام، ان کی آتشِ حسد اور ان کی جملہ صفاتِ بہیمیہ کی اصلاح دنیا کے مصلح اعظم نے اس طرح کر دی گویا وہ ان میں موجود نہ تھیں اور اس طرح جب دنیا کی سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے زیادہ ترک خیال قوم اصلاح کے بعد ایک خدا پرست مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ قوم بن گئی۔ تو اس کے ذریعہ دنیا کے چپہ چپہ میں خدائے واحد کے دینِ برحق کی اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیا۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہ فرمائی ہو۔ اور جس کے متعلق اپنے اقوال و افعال سے ایک ایسا ذخیرہ نہ چھوڑا ہو جو بنی انسان کی دائمی رہنمائی کے لئے کافی و وافی ہو سکتا ہو۔ آپ کی حیاتِ طیبہ اپنے اندر ایک بادشاہ کے لئے ایک حاکم کے لئے ایک جرنل کے لئے ایک فاتح کے لئے ایک غریب کے لئے ایک امیر کے لئے، ایک مقنن کے لئے ایک شوہر کے لئے ایک دوست کے لئے ایک مخالف کے لئے غرض ہر حیثیت کے لئے اور ہر مرتبہ کے انسان کے لئے

یکساں ہدایت رکھتی ہے۔ اسی طرح ہر ملک اور ہر شہر کا باشندہ ہر زمانہ اور ہر عہد میں سیرتِ مبارکہ سے روشنی حاصل کر کے اپنی دینی اور دنیاوی نجات کے لئے سامان مہیا کر سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بیکسوں اور لاوارثوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے متعصب مخالفین سے بھی ہمیشہ خراجِ تحسین وصول کرتا رہے گا۔ یورپ کے مؤرخین جب ان واقعات کو قلم بند کرتے ہیں جن میں حضور انور نے کسی بیوہ کی امداد کی ہے یا کسی یتیم کو سہارا دیا ہے، یا کسی حاجتمند کی حاجت روائی کی ہے تو ان کی تحریر میں خود بخود ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ حقیقت میں قرآنِ کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین کا خطاب بالکل صحیح دیا ہے۔ آپ بے شک رحمتِ مجسم تھے آپ کا قلب بے انتہا رفیق تھا۔ آپ کی رحمتیں عام تھیں آپ کے احسانات بیشمار تھے، آپ کی سیرتِ مبارکہ پڑھ پڑھ کر آج تک ہزاروں لاکھوں غیر مسلموں کے قلوب اسلام کی حقانیت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ آپ کی رحمتیں صرف افراد تک ہی محدود نہ تھیں آپ کے احسانات سے قوموں کی گردنیں بھی جھکی ہوئی ہیں اور تا قیامت جھکی رہیں گی۔ قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیت کو فنا کرنے والا سوائے آپ کے اور کون تھا۔ غلاموں کو غلامی سے نجات دلا کر آزادی کی زندگی کا مزہ سوائے آپ کے اور کس نے چکھایا۔ جس وقت ایشیا سویا ہوا تھا جس وقت افریقہ اور یورپ میں وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا اس وقت فاران کی چوٹی سے آپ نے وہ صدا بلند کی جو تمام دنیا کے لئے پیغامِ حریت ثابت ہوئی۔ جن لوگوں نے یورپ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر اسلام کی تعلیمات افریقہ اور امریکہ سے ہوتی ہوئی اسپین و اٹلی میں نہ پہنچتیں

اور مسیحی دنیا کو خرمن اسلام سے خوشہ چینی کا موقع نہ ملتا تو آج یورپ کے باشندے افریقہ کے وحشیوں سے زیادہ وحشی اور ہندوستان کے گونڈوں اور بھیلوں سے زیادہ غیر متمدن نظر آتے۔ تاریخ نے بتا دیا ہے کہ دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کا اگر کوئی طریقہ ممکن ہے تو صرف یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اسلام بنی نوع انسان کے لئے سب سے بڑی رحمت ہے مسلمانوں نے جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات پر عمل کیا تمام عالم میں ان کا ڈنکا بجتا رہا اور اگر وہ آج بھی اپنے ہادی برحق کی سیرت مبارکہ کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت بنا لیں تو دین اور دنیا دونوں میں ان کی نجات یقینی ہے۔

۹ر اگست ۱۹۳۰ء

. . . ـــــ ؛ ـــــ . . .

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ہر کمال اپنے ظہور کے لئے اور ہر خوبی اپنی شہرت کے لئے اور ہر وصف اپنی نمائش کے لئے بے چین اور مضطرب ہے۔ گویا یہ کلیہ بالکل صحیح ہے کہ ہر صفت کمال کا ذاتی اقتضا ظہور ہے۔ گانے والے کا گلہ اور ناچنے والے کے پاؤں کا اضطراب و اضطرار تو ضرب المثل ہے لیکن حسن کی پردہ دری سے بھی دنیا ناواقف نہیں ہے۔ اگرچہ عشاق نے اس کا مطلب غلط سمجھا اور حسن کو رازداری کے انکشاف کا طعنہ دے بیٹھے حالانکہ حسن جیسی شریف صفت کی جانب اس قسم کا غلط الزام بالکل بے بنیاد اور صریح بہتان ہے حسن کا ذاتی اقتضاء تو اپنے ہی نقاب کا چاک کرنا تھا۔ لوگ یہ سمجھے کہ ہماری پردہ دری ہو گئی۔ عشق کے چھپانے والوں نے اپنی کم ظرفی حسن کے ذمہ لگادی اگرچہ بھید کے چھپانے کا صحیح طریقہ تو وہ تھا کہ جو عربی کے ایک شاعر نے کہا تھا ؎

اذا لم یجد صبرا لکتمان سرہ	جب کوئی عاشق اپنے بھید کو چھپانے
فلیس لہ شئی سوی الموت ینفع	پر قادر نہ ہو تو پھر اس کا علاج سوائے موت کے کچھ نہیں ہے۔

ان کم ظرفوں سے بھید کبھی نہ چھپایا گیا اور مرتے ہوئے کبھی موت آئی تو اپنی بلا حسن کے سر تھوپ دی۔ حسن اپنی شہرت چاہتا ہے اسے اس سے بحث نہیں کہ اس شہرت کا اثر ایک گمنام عاشق پر کیا ہوگا۔ وہ عاشق کی رسوائی سے

مستغنی ہے۔ اس ایک چیز پر دوسرے کمالات و اوصاف کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ باکمال انسانوں سے گزر کر حیوانات بھی اس کلیہ میں شریک ہیں۔ بلبل کی زمزمہ ریزی اور پپیہے کی نغمہ سنجی بھی اسی کلی کے افراد ہیں۔ اگرچہ بصیرت افروز نگاہیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ عالم امکان کے بسنے والوں کا ہر کمال فانی ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا صاحب کمال کیوں نہ ہو لیکن اس کا کمال فنا کے عیب سے پاک نہیں ہے پھر اگر عیب آلود کمال بھی اپنے ظہور کے لئے مضطرب اور بے چین ہے اور چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ تو حضرتِ حق جل و علا شانہ جو جملہ کمالات کے منبع اور تمام خوبیوں کے مرجع ہیں جن کے اوصاف ازل سے ابد تک باقی رہنے والے ہیں اور جن کی صفاتِ کمالیہ لاتعداد و لاتحصیٰ ہیں وہ کیونکر خاموش رہ سکتے تھے۔ دنیا میں اب تک جو کچھ ہوا اور آئندہ جو کچھ ہوگا وہ انہی کی صفات کا اقتضا اور اس اقتضا کا ظہور ہے۔ چونکہ یا اقتضا مشیت اور ارادہ کے تحت میں تھا۔ اس لئے اضطرار کے نقص سے مبرا و منزہ تھا جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا وہ سب کا سب اب تک ایک نظم اور حکیم مطلق کی صفتِ ارادی کے ماتحت ہوا اور آئندہ بھی جب تک چاہے گا ہوتا رہے گا۔ اس صفتِ خالقیت نے ہزارہا قسم کی مخلوق پیدا کی لیکن ان سب میں انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیا گیا۔ چونکہ انسان بیشمار کمالات کا آئینہ اور ملکاتِ متضادہ اور صفات متقابلہ کا مجموعہ تھا اس کو

خَلَقْتُ بِیَدَیَّ

میں نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔

کے مبارک خطاب سے نوازا گیا۔ ملائکہ صرف نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور فقط لطف و کرم کے مظہر تھے اسی طرح جنات میں ناریت کا عنصر غالب تھا

اور وہ صفت استکبار کے متضاد مظہر تھے۔ لیکن انسان جس طرح عناصر متضادہ سے ترکیب دیا گیا تھا۔ اسی طرح اس کی ترکیب میں بھی ملکات متقابلہ ودیعت کیے گئے تھے۔ ایک طرف تواضع اور اطاعت کا ظہور اس سے ممکن تھا اور دوسری طرف اباء وانکار، سرکشی و نافرمانی کی طاقت بھی عطا کی گئی تھی۔ نیکی اور گناہ کی دونوں طاقتیں اس کی سرشت میں رکھی گئی تھیں۔ اسی وجہ سے تمام مخلوق میں امتیازی شان کے ساتھ اوامر و نواہی کا مکلف بھی قرار دیا گیا۔ جملہ کائنات کو اس کے لیے مسخر و مطیع کیا گیا۔ اور قدرت نے اس کو اپنے لئے چن لیا۔ ازل میں

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

الست بربکم

کے خطاب سے مخاطب فرما کر بلیٰ کا وعدہ لے لیا گیا۔ حضرت حق جل شانہ کے الطاف و کرم نے اپنے بندوں کے اس حق کو بھی تسلیم کر لیا کہ ہم اس وعدہ کی یاد دہانی بھی کراتے رہیں گے۔ لیکن اگر ہمارے رسول تم تک پہنچ کر تم کو یہ وعدہ یاد دلائیں اور تم کو ہماری ہدایت کا جانفزا پیام پہنچایا جائے تو تم ان نبیوں کا خیر مقدم کرنا اور میری ہدایت کو قبول کر لینا۔ لیکن اگر تم نے ہماری ہدایت کو قبول نہ کیا اور ہمارے پیغمبروں کی تکذیب کی تو تم ابدی عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے اور قیامت میں تمہارا کوئی عذر بھی مسموع اور مقبول نہ ہوگا۔

یٰبَنِیۡٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی فَمَنۡ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۔ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۔

اے اولاد آدم اگر تم کو میری ہدایت پہنچے (تو یاد رکھنا) جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اس پر کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں ہوگا اور جو لوگ میری آیات کا کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے تو ان کو آگ کا عذاب ہوگا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

قدرت کے اس اعلان نے انسان کو ہر قسم کا ذمہ دار بنا دیا۔ اگر ایک طرف اس کے سر پہ۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ ۔ ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔

کا تاج رکھا گیا تھا۔ اور ملائکہ مقربین کے سجدے شرافت و عزت سے نوازا گیا تھا تو اسی کے ساتھ اس کو امانت الٰہی کا سب سے بڑا ذمہ دار بھی مقرر کیا گیا اور نہایت ہی صاف طریقہ سے کہہ دیا گیا کہ اولادِ آدم دنیا میں جا کر اس وعدے کو فراموش نہ کر دینا یہ تمام شرافتیں اسی وقت تک ہیں جب تک تمہاری جانب سے پوری وفاداری کا اظہار ہو تا رہے ورنہ یہ تمام لغمتیں سلب کر لی جائیں گی اور بجائے احسن التقویم کے اسفل السافلین کے گڑھے میں پھینک دیئے جاؤ گے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت

ایک طرف قدرت اپنے کمال خالقیت کے ساتھ اشرف المخلوقات سے یہ عہد و پیمان کر رہی تھی اور دوسری طرف اپنے وعدے کی تکمیل کے لئے اُسی مخلوقات میں سے کچھ ہستیوں کو نامزد فرما رہی تھی جن کو آئندہ رشد و ہدایت کی خدمت تفویض کی جانے والی تھی۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں قدرت کی نظرِ انتخاب نے جس کو سب سے پہلے چنا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی اور آپ ہی کا نور تھا۔ اللھم صلِّ علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد۔

صبح ازل میں سب سے پہلے یہی نور جلوہ گر ہوا اور جب آدم صفی اللہ علیہ سے لے کر عیسیٰ روح اللہ ؑ تک تمام انبیاء کی فہرست مرتب ہو چکی تو اس اول خلق اور عالم کون و مکان کی سب سے پہلی اور سب سے مکمل تصویر کو باعتبار وجود و ظہور آخری نمبر پر رکھا گیا۔ واقفکارانِ قدرت اور رازدارانِ حقیقت اس نکتہ کو

سمجھ گئے۔ اور انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ سب سے پیچھے آنے والا ہی سب کا کمل اور سب کا سردار ہے۔ اور آخر ایک دن دنیا نے دیکھ لیا کہ جو کام جملہ انبیاء کی سعی اور کوشش سے ناتمام رہا وہ اس اکیلے نے نہ صرف تکمیل کو پہنچا دیا بلکہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔

کا تمغہ بھی حاصل کر لیا۔ ظاہر بین نگاہوں کو آخر ایک دن اپنی غلطی کا اعتراف کرنا ہی پڑا اور انہوں نے صاف کہدیا کہ عالم وجود میں اول خلق کا سب سے پیچھے تشریف لانا اس کی عزت اور کمال محبوبیت پر موقوف تھا خدانخواستہ اس تاخیر سے تنقیص مرتبت مقصود نہ تھی۔

اے ختم رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ ئی ازرہ دور آمدہ ئی

تاخیر کے مزید وجوہ

عالم کے انسان روحانی امراض میں مبتلا تھے۔ ہر قسم کی بیماریوں نے ان کا احاطہ کر لیا تھا۔ عالم میثاق کے عہد وپیمان کو یہ بدنصیب فراموش کر چکے تھے۔ روحانی مصلح یکے بعد دیگرے علاج کے لئے آتے رہے لیکن مریض کسی طرح سنبھلنے میں نہیں آیا۔ برسوں کی محنت میں کسی نے ایک اور کسی نے دو کسی نے دس اور بیس یا سینکڑوں کے غسل صحت کا شرف حاصل کیا۔ اور سب کو جانے دو سب سے بڑے پیغمبر کلیم اللہؑ کی دوا سے جن کو آرام ہوا تھا۔ ان کی بھی یہ حالت تھی کہ دریا کے پار ہوتے ہی بدپرہیزی کے لئے تیار ہو گئے اعادۂ مرض کا ظہور ان الفاظ میں ہوا۔

اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ — ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنادو جیسے اس قوم کے معبود ہیں۔

کلیم اللہؑ ان کو اچھا بھلا چھوڑ کر طور پر جاتے ہیں۔ طور کی واپسی میں معمولی تاخیر ہو جاتی ہے اور بہت ہی قلیل عرصہ میں مریض کو دورہ پڑ جاتا ہے اور ایک بدنصیب ساحر کھڑے ہو کر تمام امت کو گمراہ کر دیتا ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰی مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ حُلِیِّھِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ — موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد ایک گائے کے بنائے ہوئے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

جب کلیم اللہ کے مریضوں کی یہ حالت ہو تو اس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے مریضوں کا اندازہ بھی بآسانی ہو سکتا ہے اور جب کسی مریض کے علاج سے اطباء عاجز آ جائیں تو سب کے آخر میں سب سے بڑے طبیب کو بلایا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ قدرت کی گوناگوں مصالح نے اس طبیب حاذق کو سب کے بعد مبعوث کیا، جس نے تیئس ۲۳ سال کی قلیل مدت میں نہ صرف مریضوں کو صحیح اور تندرست کر دیا، بلکہ ہر مریض میں دوسرے بیماروں کو چنگا اور اچھا کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کر دی اور ایک ایسے دار الشفاء کی بنیاد قائم کی جو قیامت تک کے لئے بیماروں کا کفیل و ضامن ہو گیا۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔ بنی نوع انسان نے دنیا میں آکر ان تمام عہود و مواثیق کو فراموش کر دیا، جو عالم ازل میں قسمیں کھا کھا کر موکد و موثق کیے تھے۔ خدا تعالیٰ کی عام دعوت

وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ۔ — اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

سے ایسی بیزاری کا اظہار کیا، گویا اس دعوت سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے

لیکن اس بیزاری کے باوجود قدرت نے بخل نہیں کیا بلکہ یکے بعد دیگرے پیغمبروں کی معرفت ان کو دعوت کے مسلسل پیام بھیجے جاتے رہے۔ ان بدبختوں نے جماعت داعیین کے ساتھ سخت برا برتاؤ کیا۔ بلانے والوں کو پتھر مارے گالیاں دیں، اور ان بیچاروں کے ساتھ نہایت ذلیل سلوک کیا۔ آخر خاندان کے سب سے بڑے کو بھیجا گیا اور یہ کہہ کر بھیجا گیا کہ اگر ان کی دعوت پر بھی کوئی نہیں آیا تو اب مزید انتظار کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور آئندہ کوئی نہیں آئے گا۔ کیونکہ اب ان سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ ان کا سب سے پیچھے آنا، ان کے بڑے ہونے کی دلیل ہے پس حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی آخری بعثت آپ کی شان و مرتبت کی دلیل ہے جس سے ان تمام امور کی تکمیل کا ظہور مقصود تھا۔ جو امور دوسروں سے پورے نہ ہوسکے۔ حالانکہ وہ بھی اولوالعزم مرسل تھے۔ سینکڑوں برس کی عمریں ان کو عنایت کی گئی تھیں۔ باوجود ان تمام ساز و سامان کے بھی وہ اس منشا کو پورا نہ کر سکے جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس ۲۳ سال کی تھوڑی سی مدت میں نہ صرف پورا کر دیا بلکہ دین حنیفہ کو ایسی بنیادوں پر قائم کر دیا۔ جو بندوں کی رہنمائی کے لئے قیامت تک کافی ہیں۔

بھلا جو ابتدائے آفرینش میں نبوت کے تاج کا شرف حاصل کر چکا ہو اور خلق آدم سے پیشتر ہی رسالت کے مبارک لقب سے ملقب کر دیا گیا ہو اس کے متعلق یہ کیوں کر گمان ہو سکتا ہے کہ اس کی بعثت کو موخر کرنا کسی خاص مصلحت کے ماتحت نہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقت کی ابتدا اور ظہور کی انتہا تمام انبیاء کی صیانت و حفاظت کے یہی دو گوشے ذمہ دار تھے۔ گویا جملہ انبیاء و مرسلین رحمۃ للعلمین ہی کے دامن تربیت کے خوشہ چین تھے۔ اگر آپ سب سے آخر میں تشریف نہ لاتے تو ان کمالات کا ظہور ہی ناممکن تھا جو بعثت کی

تاخیر میں نمایاں ہوئے۔ تمام انبیاء کے تکمیل کنندہ کا فرض ہی تھا کہ وہ سب کے پیچھے تشریف لا کر اس کی تمام کمی کو پورا کر دے جس کے پورا کرنے کی ضرورت تھی۔ کتب احادیث کی مشہور حدیث اس مفہوم پر نہایت صاف طریقے سے منتشر ہے۔ جس میں آپ نے اپنی اور انبیاء سابقین کی ایک مثال ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یتعجبون لہ و یقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ انا و انا خاتم النبیین۔	بیشک میری مثال اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور خوب جچا اور خوبصورت بنایا لیکن ایک اینٹ کی جگہ ایک کونے میں چھوڑ دی تو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کیوں نہیں یہ اینٹ رکھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

جب تک کسی مکان میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے۔ وہ کامل مکان نہیں ہے دیکھنے والوں کی نگاہیں برابر اس خالی جگہ پر پڑتی ہیں اور وہ اس نقص کا باعث دریافت کرتی ہیں کہ آخر یہ مکان پایہ تکمیل کو کیوں نہیں پہنچایا جاتا۔ اگرچہ تمام اینٹیں اپنی اپنی جگہ نصب ہیں۔ لیکن بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ کونے کا پتھر ابھی نہیں ہے۔ وہ کونے کا آخری پتھر اور قصر نبوت کی پچھلی اینٹ محض اس غرض سے مؤخر کی گئی کہ دنیا دیکھ لے اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اس قصر کی تعمیر کا سارا دار و مدار اور اس مکان کی تکمیل اور ان سب اینٹوں کے کمالات کا انحصار اسی ایک اینٹ اور اسی ایک پتھر

پر موقوف ہے جو آفتاب ازل کے طلوع ہونے ہی کے وقت صور علمیہ میں ممتاز ہو چکا تھا اور جو یوم الست کی صبح کو بلیٰ کہنے والوں کا امام تھا عالم کائنات کی تاسیس و تعمیر کا پہلا پتھر ہی وہ پتھر ہے جو اس خالی گوشہ کو پر کرے گا۔ اور ان تمام اینٹوں کی عزت و آبرو کا اصلی سبب ہوگا اس کی بعثت ان چشم براہ لاکھوں اینٹوں کے انتظار کو ختم کر دے گی پس جو تاخیر ظہور کمالات کا اصلی باعث ہو اس پر شبہ کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

انبیاء سابقین کی شرائع

عالم ازل میں اعتراف ربوبیت کے وقت ہی حضرت حق سبحانہ کی جانب سے بعثت انبیاء و رسل کا وعدہ ان الفاظ میں کیا گیا تھا۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

اے اولاد آدم اگر تم تک میری ہدایت کا پیام پہنچے تو یاد رکھنا جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اس پر کسی قسم کا ڈر خوف نہ ہوگا اور جو لوگ میری آیتوں کا کفر کریں گے اور تکذیب کے درپے ہوں گے تو ان کو آگ کا عذاب ہوگا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

انسانی زندگی کا اصلی مقصد جب ہی پورا ہو سکتا تھا۔ جب قدرت انسان کو پیدا کرنے کے بعد بھی اس کی روحانی تربیت کی ضامن ہوتی۔ اگر اس صفات متقابلہ کے مظہر کو جو بہیمیت و ملکیت کا مجموعہ تھا اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا اور حضرت حق کی طرف سے کامل سرپرستی نہ کی جاتی تو انسان اخلاق اصلاح سے یقیناً

محروم رہتا اور یہ محرومی درحقیقت اس ابدی نعمت سے محرومی ہوتی جس کی بشارت ذیل کے الفاظ میں دی گئی تھی۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ — اس آنکھوں کی ٹھنڈک کو کوئی نہیں جانتا جو ہم نے نیک بندوں کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے۔

جس خدا نے طبیعت انسانی اور اعضاء انسانی میں اعتدال و تسویہ کا لحاظ رکھتے ہوئے صورت جسمیہ کو ترکیب دیا تھا سچ تو یوں ہے کہ اسی خالق و مالک نے روحانی تربیت کا بھی پورا پورا انتظام کیا۔

پھر ایک نہ دو بلکہ ہزاروں اور لاکھوں انبیاء مقربین و مصلحین کو صرف اس لئے مبعوث کیا کہ وہ گمشدگانِ راہِ ہدایت اور عاشقانِ ذاتِ صمدیت و طلبگارانِ حیاتِ ابدیت کی صحیح رہنمائی کریں۔ اپنے اپنے زمانے میں ہر نبی حیاتِ طیبہ کا ایک کامل مجسم اور بہترین نمونہ بن کر آیا اور خدا کے گمراہ بندوں کو پکار کر کہا۔

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ۔ — میں رسول امین ہوں، پس خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اے لوگو! خدا نے مجھے ان اخلاق و اوصاف پر پیدا کیا ہے جو خدائے قدوس کے پسندیدہ ہیں۔ میرے خدا نے مجھے صرف اس لئے مبعوث کیا ہے کہ میں تم کو صبح ازل کی گفتگو یاد دلا کر تمہیں تمہارے وعدوں کا پابند بناؤں۔ دیکھو تمہارا مبداء اور مرجع ایک ہی ہے۔ تمہاری آمد و رفت نظامِ قدرت کے ماتحت ہے۔ تم چند دن کے لئے اس عالم میں بھیجے گئے ہو تاکہ اس امر کو ظاہر کر دیا جائے کہ تم مادی زندگی میں مبتلا ہو کر کہاں تک اپنی حقیقت سے آشنا رہتے ہو۔ شاید ہی کوئی عہد اور زمانہ بلکہ کوئی صدی اور سال ایسا ہوگا جس میں یہ خدا کے برگزیدہ بندے اس عالم

میں تشریف نہ لائے ہوں اور خدا کا پیغام اس کے بندوں کو نہ پہنچایا ہو۔ اگرچہ وقتی اعتبار سے ان کی شرائع میں باہمی قدرے تفاوت بھی ہوتا تھا۔ لیکن اصول کے اعتبار سے یہ سب کے سب علاتی بھائی تھے اور ان سب کا ایک ہی کام تھا۔ ہر نبی روحانی اصلاح کی غرض سے آتا تھا اور اپنے فرائض کو پوری قوت اور مستعدی کے ساتھ پورا کر کے رخصت ہو جاتا تھا۔ سعید روحیں اپنی گودیاں متاع ایمانی کی لازوال دولت و برکت سے پر کر لیتی تھیں لیکن محرومان ازلی ہمیشہ استہزاء و تمسخر اور طعن میں مبتلا رہتے تھے اور آخر اس ناکامی کی موت مر جاتے تھے جو ایک انسان کے لیے سخت ذلت و رسوائی کی موت ہے

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۔ بندوں پر افسوس ہے جب کوئی نبی ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔

باری عز اسمہ کی ربوبیت عالیہ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانی ہدایت کے تمام ذرائع انسان کے لئے مہیا کر دیئے۔ لیکن اے بد قسمت انسان! تو نے اپنے طغیان و سرکشی کے مقابلہ میں کسی ایک احسان کی بھی قدر نہ کی، تو نے خدا کے برگزیدہ پیغمبروں کی آواز کو اپنی عارضی قوت اور جاہلانہ حرکات سے دبانے کی کوشش کی توحید کے مقابلہ میں باطل کی فوج لے کر صف آرا ہوا۔ تو نے خدا کے معصوم بندوں کو ہر قسم کی تکلیفیں دیں اور افسوس تو اس کا ہے کہ تو ان تمام ذلیل اور کمینہ حرکات کو اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھا۔ تو نے ان برگزیدہ ہستیوں میں سے بعض کو قتل کر ڈالا اور بعض کو زخمی کر دیا۔ بہت سوں کو گالیاں دیکر سر بازار ذلیل کیا اور ان فرشتہ صفت انسانوں کے حق میں تو نے ہر قسم کی برائی کو جائز اور مستحسن رکھا۔

اے غدار انسان! کیا خالق و مالک کے احسانات کا یہی حق تھا جو تو نے

ادا کیا۔ کیا تیرے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویریں اور پتھر کے مجسّے اور تیری ناقص عقل کے مختلف فنیہ قانون اور تیری موہوم مادی زندگی یہ تمام چیزیں اس قابل تھیں کہ ان پر خدا کی پاک تعلیم اور خدا کے فرستادوں کی صحیح اور معصوم زندگی قربان کر دی جاتی کیا ان معصوم مرسلین کی آبرو اسی لائق تھی کہ تیری خانہ ساز صنعت پر اس کو نثار کر دیا جاتا اللہ اللہ تیری جرأت اور خدا کی رحمت۔ اُف رے کافر اف رے نافرمان۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ۔ مارا جائے انسان کیا ہی نافرمان ہے۔

خاتم المرسلین کی بعثت

اس سلسلۂ انبیاء کو حضرت حق جل شانہٗ نے ایک ایسی مقدس ہستی پر ختم کیا جس کے بعد نہ اس قانون کی مثل کسی قانون کی ضرورت ہے اور نہ اس جیسے کسی نبی کی بعثت کی حاجت ہے جب عالم کون کا ظہور ہی ارادے اور مشیت کے ماتحت تھا تو ازل میں اس کی عمر بھی محدود کر دی گئی تھی۔ جب کائنات کی بنیاد ہی فنا پر قائم ہے تو ایک دن اس کو ضرور فنا ہونا ہے پھر جس کے لئے یہ بزم آرائی کی گئی تھی اس صدر الصدور کی آمد بھی ضروری تھی۔ ادھر دنیا اپنی مادی ارتقا کی منزلیں بھی پوری کرنے والی تھی۔ قدرت نے ٹھیک اسی دور کی ابتدا میں جبکہ مادیت کی انتہا ہونے والی تھی اس انتہائی روحانیت کو مبعوث کیا۔ اگر مادیت کلی اور بھاپ کے کھیل کھیلنے کو تیار تھی اور اس طرح آہستہ آہستہ ترقی کے دور کو پورا کر کے فنا کے قریب ہونے والی تھی، تو روحانیت کی تکمیل بھی لازمی تھی تاکہ خدا کی حجت دنیا کے بسنے والے انسانوں پر پوری ہو جائے اور کل کسی ذی عقل کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ

اِنْ كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔ ہم تو اس سے غافل اور بے راہ تھے۔

جب خدا کی چھپی ہوئی مادی طاقتیں ظہور پذیر ہونے والی تھیں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ

قدرت کی وہ روحانی طاقت جو ازل ہی سے اس کی نظر انتخاب میں چھپی ہوئی تھی ظاہر نہ ہوتی۔ ادھر یورپ نے مادیت میں قدم بڑھایا ادھر دنیا میں ایک بے سروسامان قوت کا ظہور ہوا جس نے بطحا کی کنکریوں پر فاران کی وادی میں ایک ریتلی زمین پر بلا کسی وسائل و ذرائع کے وہ مکمل قانون مرتب کئے جس سے یورپ کے ملحدوں اور دہریوں کی گردنیں جھک گئیں۔ مادہ پرست یورپ نے آخر عاجز آ کر قانون محمدیؐ کے آگے اپنے ہتھیار ڈال دئے شکست کا اعتراف کر لیا۔ لارڈ میکالے کی تعزیرات نے ہزاروں ترمیمیں قبول کر لیں۔ لیکن حجاز کا ریگستانی اور تیرہ سو برس کا قانون آج بھی ایسا مکمل ہے کہ گویا آج ہی بنا ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

آج یورپ ہواؤں میں اڑ رہا ہے۔ بھاپ اور بجلی کی عارضی طاقت کے بھروسہ پر فرعون و نمرود کی طرح خدائی دعوے میں مشغول ہے لیکن حجاز موجودہ تہذیب سے بالکل ناآشنا ہے وہاں کے باشندے ابھی تک موٹر کو جادو کی گاڑی اور ٹیلیفون کو الشیطان یتکلم فیہ اس میں شیطان بولتا ہے۔ کہہ رہے ہیں۔ بھلا تیرہ سو برس پیشتر یہ خطۂ زمین تہذیب و تمدن سے کس قدر ناآشنا ہوگا اس زمانہ کے بُعد عن التہذیب کا تصور کرو۔ اور پھر ہوی آمنہ کے یتیم بچہ کا قانون سامنے رکھ کر انصاف سے کام لو وسائل کے فقدان اور اس کی ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خدارا انصاف کرو۔ کیا یہ ایک انسانی عقل کا کرشمہ ہے؟ کیا کوئی انسان ایسا مکمل قانون دنیا کی تہذیب سے ناآشنا ہو کر بنا سکتا ہے؟ آج یورپ کی مادیت مسیحیت کو ختم کر چکی ہے، ہندو دھرم ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے لیکن اس سیلاب کے زمانے میں صرف ایک اسلام ہے جو یورپ کی مادیت کا پورا مقابلہ کر رہا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس سیلاب کی دہریت نواز موجوں کی طغیانی اسلام کی ایک اینٹ بھی نہیں ہلا سکی۔ کیا اس سے بڑھ کر اسلام کی صداقت کے لئے کوئی

دلیل ہوسکتی ہے۔ عیسائی مسیحیت سے اور ہندو ویدک دھرم سے تنگ آ چکے ہیں لیکن مسلمان آج پھر از سر نو تبلیغی مذہب کی اشاعت کے لئے سر بکف نظر آتے ہیں اور میں صاف طور پر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس بیسویں صدی میں ہر سوسائٹی کے خانہ ساز مذہب کا زندہ رہنا مشکل ہے ہر قسم کے جدید و قدیم مذہب بازار کی منڈی میں آ چکے ہیں۔ اب دنیا دیکھ لے گی کہ کون سا مال زیادہ فروخت ہوتا ہے کفر و الحاد کے شیدائیو! تم کب تک دنیا کو دھوکے میں رکھ سکتے ہو۔ تم اپنے نفس کو خود تو دھوکا دے سکتے ہو لیکن دنیا کے کروڑوں انسان ہمیشہ دھوکا نہیں کھا سکتے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے خدا کے ایک برگزیدہ اور مقدس بندے نے حجاز مقدس و مطہر زمین میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کی چوٹی پر جو صدا بلند کی تھی وہ آج ہر ایک شہر اور قریہ میں گونج رہی ہے۔ وہ آواز کوئی نئی آواز نہ تھی، بلکہ وہ دین الٰہی کا وہ پیام تھا جو ہر زمانہ میں خدا کے مقدس نبی خدا کے بندوں کو پہنچاتے رہے ہیں۔ اب سے بہت پہلے کلیم اور خلیل بھی اسی پیغام کے پیغامبر بن چکے تھے۔ آج تک ہزاروں لاکھوں نبی مبعوث ہو چکے ہیں۔ جب تک دنیا کے انسان ابتدائی منازل میں تھے تو ان کے لئے قانون الٰہی بھی مختصر اور سادہ تھا لیکن جب دنیا ایک آخری کروٹ لینے والی تھی اور ارتقا کا آخری منظر اپنی انتہائی شکل میں پیش ہونے والا تھا تو اس زمانہ کی ہدایت کے لئے بھی ایسے ہی انسان کی ضرورت تھی۔ جو دنیا کے سامنے انسانی زندگی کا ایسا بہترین نمونہ پیش کرے جس سے دنیا آج تک ناآشنا تھی۔ قدرت نے اسی دن کے لئے اس گوہر بیش بہا کو چھپا رکھا تھا۔ ادھر مادہ پرستوں نے بالکل نئی اور اچھوتی معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا اور ادھر خالق کائنات نے روحانیت کی ایک ایسی انوکھی تصویر پیش کی جس کو دیکھ کر نئی ایجادات و جدید اختراعات کے موجدین کی عقول متحیر ہو گئیں۔

اس کی امانت دیانت اور اس کی صداقت ذکاوت پھر اس کی خداداد فہم و فراست، اس کی اعجاز بیانی شجاعت و دلیری، روحانیت و سخاوت اور اسی قسم کے ہزار ہا اوصاف نے کفار مکہ ہی کو متحیر و عاجز نہیں کر دیا تھا بلکہ کفار امریکہ و لندن پیرس و جاپان کے نقاش اور کفار ہند بھی آج اسی طرح متحیر ہیں جس طرح کسی زمانہ میں ابوجہل، ابولہب اور ولید بن مغیرہ جیسے سرکش و کافر متحیر تھے۔ قوم پرستی کے مردود و ملعون جذبہ سے قطع نظر کر لیا جائے تو آج کونسا دل ہے جو کمالات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معترف نہیں ہے۔ دنیا میں وہ ایک ہی انسان تھا جس کو قدرت نے اپنی گوناگوں صفات کا کامل آئینہ بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی تعلیم اگر ایک طرف حقوق اللہ کی ضامن تھی تو دوسری طرف اسی آب و تاب کے ساتھ حقوق العباد کی بھی کفیل اور ضامن تھی۔ اس کا دین نہ تو خالص سنیاسی تھا اور نہ محض مادیت کا حامی تھا بلکہ وہ جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کرنے کو لایا، وہ دین و دنیا کا مجموعہ تھا۔ وہ خود حیات طیبہ کا ایک مجسمہ اور مکمل نمونہ تھا۔ پھر اس نے بعثت کے بعد جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی وہ ایسی کامل اور مقدس تعلیم تھی جس پر عمل پیرا ہونے ہی سے ایک انسان صحیح انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ کیا دنیا نے خدا کے اس مقدس اور برگزیدہ انسان کی زندگی کا اب تک مطالعہ نہیں کیا۔ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت گھر گھر پہنچ چکی ہے۔ شاید ہی آج تک کسی دوسرے انسان کی زندگی اور سوانح حیات اتنے عام ہوئے ہوں جس قدر کہ اب تک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر متنفس کے سامنے پیش ہو چکی ہے۔ اس مقدس پیغمبر کی زندگی کے لئے اسفار و دواوین بھی کافی نہیں ہیں۔ تمام انبیاء سابقین اس کے فضائل و اوصاف اپنی امتوں کو سناتے رہے کتب سابقہ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ باوجود تحریف و تبدیلی کے ان کتابوں میں صدہا مبشرات

موجود ہیں۔ اتنی وسیع زندگی کے لئے یہ چند اوراق کیوں کر متحمل ہو سکتے ہیں۔ ہر چند کہ
اس حیاتِ طیبہ کی ورق گردانی اعادہ مکررات کے مرادف ہو گی۔ لیکن

هو المسك ما كررته يتضوع　　　وہ مشک ہے کہ اس کو جتنا الٹ پلٹ
کرو زیادہ خوشبو دیتی ہے۔

حضور کی زندگی کے واقعات کو بار بار ذکر کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مشک بار بار ہلائے
جتنی مرتبہ کوئی مشک کو حرکت دے گا اتنی ہی خوشبو زیادہ ہو گی ناظرین ایک دفعہ روح
محمد رسول اللہ پر درود خوانی کر لیں تو میں ایک بہت ہی مختصر خاکہ پیش کرنے کی
عزت حاصل کر لوں۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی　　　نہیں کہا میں نے محمد کی مدح میں کوئی
ولکن مدحت مقالتی بمحمد　　　مقولہ لیکن میرے مقولہ کی مدح ہو گئی
محمد کے نام سے۔

مرحبا صلِ علی ہستم ثنا خوانِ رسول　　　مرحبا صلی علی کہ میں بھی ثنا خوان رسول
صد سلام من بجسم پاک و بر جانِ رسول　　　ہوں میری جانب سے رسول پاک کے
جسم پاک اور ان کی جان پر سینکڑوں
سلام ہوں۔

اے صبا دے پیکِ مشتاقان بدرگاہ نبی　　　اے صبا تو مشتاقوں کا پیام دے نبی کی
گو سلام دست بستہ پیش ایوانِ رسول　　　درگاہ میں اور کہہ سلام دست بستہ
رسول کے محل کے سامنے۔

دیکھنا وہ چھوٹا سا بچہ ایک چھوٹا سا سیاہ عمامہ باندھے ایک لمبا سا کرتہ
پہنے ایک چھوٹی سی قمچی لئے ہوئے حلیمہ کی بکریاں چرا رہا ہے یہی وہ بچہ ہے
جس کو ازل میں سب سے پہلے نہ صرف اول خلق کا منصب جلیلہ عطا ہوا تھا۔

بلکہ وہ نبوت کی عزت سے پیدا ہوتے ہی نوازا جا چکا تھا۔ جب کوئی نہ تھا تنہا خالق کی
یہ تنہا مخلوق اکیلی ہی سبوح قدوس کا وظیفہ پڑھ رہی تھی تو خدا اسے امام الاولین
والآخرین کے خطاب کا مخاطب بنا چکا تھا۔ یہ بکریوں کا چرواہا۔۔۔ نہیں دنیا کے بیشمار
انسانوں کا رکھوالا آج حلیمہ کے جنگل میں اس شان سے پھر رہا ہے۔ لیکن دوسرے
دن یہی برگزیدہ انسان شام کے بازاروں میں مکہ کی ایک شریف خاتون کا وکیل بنکر
تجارت کر رہا ہے نہ معلوم اس امی اور بکریاں چرانے والے کو یہ بہترین طریقہ
تجارت کس نے سکھا دیا ہے۔ مکہ میں کوئی تجارت اسکول بھی نہیں ہے اور قبیلہ
سعد کے باشندے تو صحیح گنتی بھی نہیں گن سکتے۔ پھر اس نوجوان نے یہ تجارت
کا ڈھنگ کہاں سیکھا۔ کوئی ہے جو اس معمے کو حل کرے۔

تجارت کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ غارِ حرا میں عبادت کا سلسلہ
شروع ہو گیا۔ ایک غار کی عزلت نشینی پھر وہ بھی متواتر کئی کئی ہفتے ایک
انسانی سمجھ تو اس بھید کے سمجھنے سے یقیناً قاصر ہے۔ یہی عزلت نشینی ایک دن
ناموس اکبر کی ملاقات کا ذریعہ بن گئی اور ورقہ بن نوفل کے ان الفاظ نے
وہ سب کچھ ظاہر کر دیا جو ابھی تک پوشیدہ تھا۔ ورقہ نے نبوت کے متعلق تو جو
کچھ کہا وہ کہا لیکن ایک ایسی بات بھی کہدی جس کا سان وگمان بھی نہ تھا۔

یا لیتنی اکون حیا حین یخرجک قومک۔ — کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب تیری قوم تجھ کو مکہ سے نکالے گی۔

یہ سن کر حضورؐ نے متعجبانہ لہجے سے پوچھا کیا میری قوم مجھ کو جلاوطن بھی کرے گی
لیکن ورقہ نے نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا۔

لم یات رجل بما جئت بہ الا عودی۔ — کوئی بات نہیں ہے جو سب کے ساتھ ہوا ہے وہ تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔

دیکھنے والو! ذرا دیکھنا وہ جبل ابوقبیس کی چوٹی پر خدا کا مبلغ اعظم ایک کمبل کا کرتہ پہنے عمامہ باندھے کیا کہہ رہا ہے۔ یہ یکایک حاضرین نے گالیاں کیوں دینی شروع کر دیں۔ اس پر پتھروں کا مینہ کیوں برسنے لگا۔ آخر اس نے کسی کو کیا کہہ دیا۔

صبح کے سہانے وقت میں جبکہ لوگ میٹھی نیند میں ٹھنڈی ہوا کے مزے لوٹ رہے ہیں امت کا یہ ہادی مکہ کی گلیوں میں

قُولُوا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور — کہدو اے لوگو، نہیں ہے کوئی خدا

قُوا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ — مگر اللہ، اور بچاؤ تم اپنے نفسوں کو

نَارًا۔ — اور اہل و عیال کو آگ سے۔

کی صدائیں لگا رہا ہے۔ لوگ رات کو سرہانے پتھر رکھ کر سوئے ہیں تاکہ صبح کو ان کے مقدس پاؤں کو زخمی کر دیں جو رات بھر خدا کی عبادت میں اپنے مولیٰ کے سامنے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ — رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھو۔

کے حکم کی تعمیل کے لئے کھڑے رہے ہیں۔ خدا کا ہی مبلغ اعظم جنگ بدر میں ایک بہترین جرنیل اور جنگی لاٹ کے فرائض انجام دے رہا ہے اور اس خوبی سے فوج کو تربیت دیتا ہے کہ تین سو تیرہ کی قلیل تعداد نے ایک ہزار مسلح فوج کو پسپا کر دیا ہے۔ کیا مدینہ میں کوئی حربی کالج تھا اگر نہیں تھا تو یہ جنگ کا طریقہ آخر کس کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ جس کے ایک ایک لفظ سے شجاعت کے دریا امنڈ رہے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا — قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری

اَخْرُجَنَّ وَاِنْ لَمْ یَخْرُجْ مَعِیَ اَحَدٌ — جان ہے اگر کوئی میرے ساتھ نہ چلا

تو میں تنہا کفار سے لڑتے جاؤں گا۔

اس شجاعت بھرے لکچر نے سامعین پر جو اثر کیا وہ ان ہزیمت خوردہ کفار سے

پوچھو جو میدانِ جنگ میں آنے سے پیشتر ہی بھاگ گئے اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو کامیاب صحیح سالم واپس لے آیا۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ۔ — مسلمان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی رضامندی لے کر لوٹے اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

غزوہ احزاب میں ... امی لقب پیغمبر کی سیاستدانی کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور صبح سے پیشتر ہی سب لوگ دم سوہ کر بھاگ گئے غرض کیا مبارک زندگی ہے جس میں ہر چیز علیٰ وجہ الاکمل موجود ہے۔ حلیمہ کے گھر میں بکریاں چرانا۔ شام میں تجارت کرنا۔ غار حرا میں خاموش عبادت بجا لانا۔ فاران کی چوٹی اور مکہ کی گلیوں میں تبلیغ کرنا۔ میدان جنگ میں ایک سپہ سالار ہونا۔ مسجد کی محراب میں نمازیوں کا امام بننا اور ممبر پر بہترین لیکچرار کے فرائض انجام دینا اور مسجد کے صحن میں قاضی اور جج بن کر فیصلے کرنا۔ پھر بیوی عائشہؓ کے حجرہ میں رات کو اتنی عبادت کرنا کہ قدم مبارک سوج کر پھٹ جائیں۔

حتی تورمت قدماہ — یہانتک کہ آپکے دونوں پاؤں سوج جاتے۔

ان تمام اوصافِ حسنہ کے باوجود بہترین مقنن جس کے آگے دنیا کے مقننین سربسجود ہو کر اپنے عجز کا اعتراف کر چکے ہوں پھر لطف یہ ہے کہ امی ہیں یا بے پڑھے لکھے ہیں۔ تختی قلم دوات کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ سلیٹ پنسل کبھی نظر سے نہیں گزری۔ کسی استاد کو شاگردی کا فخر بھی میسر نہیں ہوا۔ ان تمام وسائل ترقی کے فقدان کے باوجود سب کچھ ہیں۔ اور ایسے ہیں کہ تمام دنیا کے انسانوں کو ملا کر وزن کیا جائے تو سب پر بھاری ہیں۔

ــــــ

نگار ما کہ بمکتب نرفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

ہمارا لکھنے والا (ہم پر معترض کرنے والا) ایسا شخص ہے جو نہ مدرسہ میں گیا اور نہ اس نے خط لکھنا سیکھا اور مسئلوں کے غمزہ میں پڑ گیا اور مدرس اوّل ہوا

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۔

اے محمد ہم نے آپ کو سکھایا اور آپ پڑھے لکھے بالکل نہ تھے اور خدا تعالیٰ کا فضل و کرم آپ پر بہت بڑا ہے۔

آخر یہ سب کچھ کہاں سیکھا۔ کس نے سکھایا۔ دنیا کی تہذیب سے کوسوں دور بیٹھ کر قیامت تک کے لئے قانون کس کی تعلیم سے بنایا۔ نعوذ باللہ کے غلام ہو۔ آخر آج دنیا کی زبانیں کیوں گنگ ہیں۔ اس کے قرآن کا اس کے قانون کا اس کی مقدس تعلیم کا اس کی روحانیت و اخلاق کا اگر جواب رکھتے ہو تو پیش کرو۔ چودہ سو برس میں بھی اس بے مثل کا مثل اور اس بے نظیر کا نظیر تمہاری متجسسانہ نظریں تلاش کرنے سے قاصر ہیں۔ تم نے زمین کا کونہ کونہ چھان مارا ہے۔ آسمان پہ بھی سیلوں اڑ چکے ہو۔ زہرہ اور مریخ سے خط و کتابت کا بھی فخر رکھتے ہو۔ چاند کی دنیا میں گھر دنا چاہتے ہو۔ یہ سب کچھ کر چکے۔ لیکن آج تک ایک انسان کا جواب نہ آسکا۔ اگر اس دورِ ترقی میں تم کو اس جیسا انسان نہیں ملا تو اس کی رحمت کا صدقہ ہے کہ تم زمین پہ چلتے ہو اور ہوا میں اڑتے ہو۔ اسی کا صدقہ ہے کہ تم کو ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی مل رہی ہے وہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا یا دہ ہوتا لیکن عالمین کے لئے رحمت نہ ہوتا تو دنیا کے کسی کافر کو بھی اطمینان میسر نہ ہوتا۔ خدا کی قسم تم نے تو ابھی یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ کیا تھا۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفلِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

مصلحت نہیں ہے کہ راز پردہ سے باہر آئے ورنہ رندوں کی محفل میں کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جو نہ ہوتا ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین۔

یکم جولائی ۱۹۲۷ء

Scanned by CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات

دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے سلسلہ میں جو منزل کہ آخری اور ارتقائی تھی وہ ایمان لانے والوں کی جان اور ان کے مال کا تحفظ تھا۔ ہر ہادی اور دنیا کے ہر پیغمبر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جب اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کرے تو یہ سوچ لے کہ جو لوگ میرے مذہب کو قبول کریں گے ان کی حفاظت اور صیانت کا انتظام کیا ہوگا۔ یہ وہ اہم بالشان چیز ہے جو اپنی زندگی میں ہر ایک پیغمبر کو پیش آتی رہی اور اس خطرے سے کوئی پیغمبر بھی محفوظ نہیں رہا اور نہ کوئی ایسا شخص محفوظ رہ سکتا ہے۔ جو کسی نئے مذہب اور جدید خیالات کا موجد اور ان کا مبلغ ہو۔ آج بھی آپ کوئی تحریک شروع کرکے دیکھ لیجئے۔ ظاہر ہے کہ تمام دنیا تو آپ کی کسی تحریک سے بھی اتفاق نہیں کر سکتی۔ لیکن کچھ لوگ یقیناً آپ کی تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے قبول کریں گے قبول کرنے والوں کے مقابلہ میں ایک جماعت آپ کی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کی مخالفت بھی ہوگی۔ مخالف یقیناً آپ کی جماعت کو مٹانے کی کوشش کریں گے اس وقت آپ کا یہ اخلاقی فرض ہوگا کہ آپ اپنی جماعت کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی ہر امکانی تدبیر اختیار کریں۔ یہی حالت ہر ایک زمانے میں انبیاء علیہم السلام کو پیش آتی رہی تھی۔ دنیا ان کے متبعین کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے کے لئے آمادہ رہی اور وہ بیچارے مجبور ہو کر اپنی مٹھی بھر جماعت کو ان موذیوں سے بچانے کی تدابیر اختیار کرتے رہے۔

انبیاء کا پہلا وعظ

سلسلۂ نبوت کے تمام بزرگوں پر نظر ڈالئے تو ان کا پہلا وعظ یہی آئے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات

دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کے سلسلہ میں جو منزل کہ آخری اور ارتقائی تھی وہ ایمان لانے والوں کی جان اور ان کے مال کا تحفظ تھا۔ ہر ہادی اور دنیا کے ہر پیغمبر کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جب اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کرے تو یہ سوچ لے کہ جو لوگ میرے مذہب کو قبول کرینگے ان کی حفاظت اور صیانت کا انتظام کیا ہوگا۔ یہ وہ اہم بالشان چیز ہے جو اپنی زندگی میں ہر ایک پیغمبر کو پیش آتی رہی اور اس خطرے سے کوئی پیغمبر بھی محفوظ نہیں رہا۔ اور نہ کوئی ایسا شخص محفوظ رہ سکتا ہے۔ جو کسی نئے مذہب اور جدید خیالات کا موجد اور ان کا مبلغ ہو۔ آج بھی آپ کوئی تحریک شروع کرکے دیکھ لیجئے۔ ظاہر ہے کہ تمام دنیا تو آپ کی کسی تحریک سے بھی اتفاق نہیں کر سکتی۔ لیکن کچھ لوگ یقیناً آپ کی تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے قبول کریں گے قبول کرنے والوں کے مقابلہ میں ایک جماعت آپ کی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کی مخالف بھی ہوگی۔ مخالف یقیناً آپ کی جماعت کو مٹانے کی کوشش کریں گے اس وقت آپ کا یہ اخلاقی فرض ہوگا کہ آپ اپنی جماعت کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی ہر امکانی تدبیر اختیار کریں۔ یہی حالت ہر ایک زمانے میں انبیاء علیہم السلام کو پیش آتی رہی ہے۔ دنیا ان کے متبعین کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے کے لئے آمادہ رہی اور وہ بیچارے مجبور ہو کر اپنی مٹھی بھر جماعت کو ان موذیوں سے بچانے کی تدابیر اختیار کرتے رہے۔

انبیاء کا پہلا وعظ

سلسلۂ نبوت کے تمام بزرگوں پر نظر ڈالیے تو ان کا پہلا وعظ یہی آئے گا

کہ وہ اول خدا کی توحید پر درس دیتے تھے اور ان کا دوسرا فقرہ یہ ہوتا تھا کہ میں خدا کی طرف سے مبعوث ہو کر آیا ہوں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ۔ — میں ایک پیغمبر ہوں اور خدا کی وحی اور اس کے احکام کا امانت دار ہوں۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔

اگرچہ پیروی اور اطاعت کے سلسلہ میں ہر پیغمبر نے اپنی پوزیشن کو صاف کرتے ہوئے یہ ضرور فرمایا کہ میں اپنی پیروی کا حکم کسی دنیاوی لالچ یا حصول زر کی غرض سے نہیں دیتا بلکہ میرا اجر تو اس خدا کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو مبعوث کیا ہے۔

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ — میں تم سے کچھ اجرت طلب نہیں کرتا بلکہ میری اجرت تو اللہ رب العزت کے ذمہ ہے۔

ایک آدمی اور داعیٔ مذہب کا یہ اتنا صاف اور صریح بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی قسم کی بدگمانی اور سوء ظنی کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی تھی۔ لیکن جن بد نصیبوں کو خدا کی ذات و صفات میں اس کی مخلوق کو شریک کرنے کا چسکا اور اپنے اقتدار کے قیام کا مزا پڑ گیا ہو ان کے لئے دونوں باتیں ناقابل عمل بلکہ موت کے مرادف تھیں۔ خدا پر ایمان لانا اور اس کی توحید کا قائل ہو جانا اور اپنی اور اپنے آباء و اجداد کے جاہلانہ معتقدات کی توہین سمجھتے تھے۔ ان کا دماغ شرک کی نجاست سے اس قدر آلودہ ہو چکا تھا کہ ان کی سمجھ میں یہ بات ہی نہ آتی تھی کہ ایک اکیلا خدا انسان کی بہت سی ضروریات کی کفالت کیوں کر کرسکتا ہے۔ خدائے قدوس کا تخیل ان کے دماغوں میں اپنے پتھریلے بتوں سے

زیادہ نہ تھا۔ صرف چھوٹے بڑے کا فرق کرتے تھے۔ باقی خدا کو وہ ایک محدود قوت و طاقت کا مالک سمجھ کر یہ سوچا کرتے تھے کہ وہ تنہا ہماری مشکلات و ضروریات کے لئے کس طرح کافی ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک ایک انسان کا بدترین گناہ صرف یہ تھا کہ وہ تمام معبودوں کو ایک خدا میں ضم کر دے یہ چیز اتنی خطرناک تھی کہ وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے لیکن اپنے تمام فرضی خداؤں کو ایک خدا میں جذب کر دینے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ وہ انبیاء کے درس توحید کو سخت حیرت سے سنتے اور اس پر تعجب کرتے تھے۔

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ

کیا تمام خداؤں کو ملا کر ایک کر دیں تو یہ عجیب و غریب چیز ہے جس کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ وہ انبیاء کی مخالفت کو اپنا اخلاقی اور مذہبی فریضہ سمجھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

اقتدار کا سوال

دوسری بات جو کفار کو سب سے زیادہ شاق تھی وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت تھی یہ چیز ان کے لئے پہلی مصیبت سے بھی زیادہ تھی، وہ اپنے شخصی اقتدار کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ اپنے مقابلے میں کسی دوسرے کے اقتدار کو سخت خطرے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کو اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبروں کا اقتدار ہمارے اقتدار اور ہماری شخصیت کو فنا نہ کر دے اس لئے ہر زمانے کے شخصیت پسند انسان ہر نبی کی مخالفت کرتے اور لوگوں کو نبی کے اتباع سے باز رکھتے تھے ان کے سامنے یہ سوال اس قدر اہم تھا کہ وہ اس سے بد ینے

خدا کے ایک پیغمبر کی عزت کو قربان کر دینا اپنے لئے فخر خیال کرتے تھے وہ صرف نبی ہی کی توہین کو اپنے لئے مایۂ ناز نہیں سمجھتے تھے بلکہ نبی اور نبی کے متبعین دونوں کو ذلیل خیال کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنے ایمان نہ لانے کی وجوہات میں اس کا بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ بھلا ہم ایسے شخص پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں جس کے اوپر بستی کے ذلیل اور رذیل لوگ ایمان لاتے ہیں۔

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ۔

کفار نے کہا کہ ہم آپ پر اے محمدؐ کیسے ایمان لے آئیں آپؐ پر تو مکہ یا بستی کے ذلیل لوگ ایمان لاتے ہیں، آپؐ کے متبعین، پیروکار، تو رذیل لوگ ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اگرچہ امم سابقہ کے مقابلہ میں ایک روشن خیال زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ دنیا پہلے سے کسی قدر مہذب ہو چکی ہے۔ لیکن کمبخت اقتدار کا سوال اس زمانہ میں بھی موجود ہے۔ ابوجہل اور مسعود ثقفی کے مقابلہ میں عبدالمطلب کے پوتے کا اقتدار برداشت نہیں کیا جاتا۔ ان دونوں شخصیتوں کے مقابلے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ناتجربہ کار لڑکا بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کی موجودگی میں نبوت کا استحقاق اس کو کیوں کر مل گیا۔ اگر خدا کو قرآن نازل ہی کرنا تھا تو مکے اور طائف کی عزت دار شخصیتوں کو اس کے لئے کیوں نہ منتخب کیا گیا۔

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ

کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن دو بستیوں کی عظیم شخصیتوں پر بڑے لوگوں پر۔

بہرحال آباؤ اجداد کی کورانہ اور جاہلانہ تقلید اور اپنے اقتدار کا بقاد

تحفظ یہی دو چیزیں تھیں جنہوں نے کفار کو انبیاء پر ایمان لانے سے باز رکھا اور وہ خدا کی ایک مقدس جماعت کے خلاف ہر قسم کی دل آزاری کے لئے آمادہ ہوگئے مخالفت کے وجوہ واسباب خواہ کچھ بھی ہوں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ پیغمبروں کو ہر قسم کی تکالیف اور اذیت پہنچائی گئی۔ ان کے متبعین کی جان و مال کو خطرے میں ڈالا گیا اور ہر قسم کے روحانی وجسمانی مصائب کے سامان ان کے لئے مہیا کئے گئے۔

مدافعت کی ضرورت

یہی وجہ تھی کہ ہر زمانے کے انبیاء نے اپنی قوم کے لئے کچھ نہ کچھ مدافعت کے سامان بہم پہنچائے اور ہر طریقہ سے اپنی قوم کو اغیار واجانب کی دستبرد سے بچانے کی کوشش کی یہ ایک ایسی فطری چیز ہے کہ صرف جماعت انبیاء ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر وہ رہبر اور لیڈر جو اپنے خیالات کی اشاعت کرتا ہے تو دوسری طرف اسکو اسکی ضرورت ہے کہ جو لوگ اس کے مشن کو قبول کریں انکی عزت اور آبرو کو بھی غیروں سے بچائے ورنہ کوئی مشن بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس ہی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرات انبیائے کرام کو بھی بعض مواقع پر جنگ وجدل کی نوبت آئی ہے اگر دنیا ان کے مقدس خیالات کو نرمی کے ساتھ قبول کر لیتی یا ان کے متبعین کو تکلیف پہنچانے، لوٹنے اور مارنے میں سبقت نہ کرتی تو یہ جماعت قیامت تک بھی کسی کے خلاف قوت کا استعمال نہ کرتی۔ اس مختصر تمہید کے بعد میں یقین کرتا ہوں کہ ان شبہات کا ازالہ ہو گیا ہوگا جو آجکل مخالفین اسلام کی جانب سے اسلام کی اس تعلیم پر کئے جاتے ہیں جس کا تعلق جنگی احکامات سے ہے۔

حضورؐ کا طرزِ عمل

کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے تیرہ سال تک نہایت

نرمی اور شانتی کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور ہر قسم کے جبر واستبداد کا مقابلہ انتہائی صبر وتحمل سے کرتے رہے لیکن کفار کے بغض وحسد نے جب انتہائی صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں پر ہر قسم کے عذاب کو جائز سمجھ لیا گیا اور آپکو اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین کو بھی ہجرت وجلا وطنی پر مجبور کیا گیا تو پھر ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آخر عقل وتہذیب کا تقاضا کیا تھا کیا کفار کا کوئی تعارض نہ کیا جاتا اور سفاک بھیڑیوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ یہ بدبخت مسلمانوں کا اچھی طرح خون پیتے رہتے اور مسلم قومیت کی عزت وآبرو پر ڈاکے ڈال کر امت اسلامیہ کا نام ونشان مٹا دیتے یہی وہ اسباب وعلل تھے جن کی بنا پر مظلومین وضعفاء کی حمایت کے لئے جنگ کا اعلان کیا گیا اور قانون جنگ کی وضع ترتیب دی گئی۔

اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۔ اجازت دیدی گئی ان لوگوں کو جو قتال کر رہے ہیں اسلئے ان پر ظلم کیا گیا۔

حضورؐ کا فاتحانہ اقدام

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا اس کا تعلق آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ تھا۔ لیکن جب کفار کی چیرہ دستیوں نے آپ کو ہجرت کے لئے مجبور کر دیا۔ اور ہجرت کے بعد بھی کفار اپنی جبلی شرارت سے باز نہ آئے تو حضورؐ نے اپنے کمزور ساتھیوں کی جان اور ان کے مال کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی کہ دنیا محو حیرت ہو گئی اور آج تمام دنیا کے تلوار چلانے والوں میں جو درجہ آپ کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں۔

تلوار

تلوار کشی کا اگرچہ سب سے بڑا مقصد تو یہی تھا کہ کمزور مسلمانوں کے جان ومال کو کفار کی لوٹ مار سے بچایا جائے لیکن اسکے ساتھ یہ غرض بھی تھی کہ مذہب کی حقانیت وصداقت

کو ان لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے جن کے نزدیک کسی مذہب کی حقانیت کے لئے صرف ایک ہی دلیل ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اس مذہب کا بانی فتوحات کثیرہ کا مالک ہو، اور جب کوئی شخص اس کا مقابلہ کرے تو شکست کھا کر بھاگ جائے۔ اگرچہ جنگ میں غالب اور مغلوب ہونیکا تعلق حق و باطل سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن کفار عرب کی اس جہالت کا کیا علاج کیا جائے کہ ان بدبختوں نے مادّی طاقت کو کسی مذہب کی حقانیت کیلئے معیار بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فتح مکہ کے بعد جس قدر عرب کے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور فوجیں کی فوجیں کفار کی اسلام میں داخل ہوئیں اس سے پیشتر اس قدر کثرت سے اسلام کی قبولیت کے لئے لوگوں کے دلوں میں میلان نہ ہوا، گویا مکہ کا فتح ہو جانا کفار کے نزدیک اسلام کی حقانیت کے لئے بہت بڑا نشان تھا، چونکہ کفار کے نزدیک عام فتوحات کا اصول بھی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کیلئے اصل تھا اسلئے بھی تلوار اٹھائی گئی تا کہ ان کمالات کا اظہار کر دیا جائے جو آقائے دو جہاں کی جامع صفات زندگی میں قدرت نے ودلیعت کئے تھے۔

رسول اکرمؐ کی خصوصیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ انتہائی مجبوری کی حالت میں مدافعانہ پالیسی اختیار کی تھی، لیکن پھر بھی کم و بیش دس سال کی مدت میں آپ کو تقریباً انتیس ۲۹ ایسی جنگوں سے مقابلہ کرنا پڑا جن میں خود سرکارؐ کو شرکت کی نوبت آئی۔ اس تعداد ہی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار کس قدر ایذا رسانی کے درپے تھے جس شخص کو دس سال میں متواتر تیس بار دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی نوبت آئے اور پھر اس کے عزم و استقلال میں سرمو بھی فرق نہ آئے، اس کی ہمت و شجاعت، دلیری اور بہادری کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے دنیا کی بڑی بڑی جنگجو قوموں کے کارنامے ہمارے سامنے ہیں بڑے بڑے بہادروں کی تاریخی زندگی کے افسانے بھی ہمیں معلوم ہیں لیکن ہماری نظر سے ایک بہادر بھی آج تک ایسا نہیں

گزرا جب ہر چھوٹے بیٹے کوئی لڑائی لڑنی پڑی ہو اور پھر کبھی اس کی ہمت اور بہادری میں لغزش نہ آئی ہو۔

غزوات کی تعداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ جنگ میں حسب ذیل مواقع پر لشکر کشی کی نوبت آئی ہے۔

غزوہ بواط، غزوہ عشیرہ، غزوہ سفوان، غزوہ بدر کبریٰ، غزوہ بنی سلیم، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، غزوہ قرقرۃ الکدر، غزوہ ذی امر، غزوہ بحران، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد، غزوہ بنی نضیر، غزوہ ذوالرقاع، غزوہ بدر آخرہ، غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ دار القری، غزوہ عمرۃ القضاء، غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوہ تبوک۔

یہ مواقع ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود کسی نہ کسی حیثیت سے شریک ہونے کی ضرورت واقع ہوئی ہے۔ اگرچہ غزوہ موتہ میں تھوڑی دور تک مشایعت فرمائی ہے۔

سرایا ان کے علاوہ ہیں۔ ہم نے ان غزوات کی تعداد پوری نہیں لکھی ہے اگرچہ مورخین نے صرف ستائیس ہی پر اکتفا کیا ہے اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بعض نے غزوہ کا مفہوم عام کر دیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک چند غزوات کے باعث غزوہ کا مفہوم خاص ہو گیا ہے چنانچہ بعض نے غزوہ موتہ۔ عمرۃ القضاء۔ فتح مکہ کو اس فہرست سے علیحدہ کر دیا ہے۔

اگرچہ ان تمام غزواۃ میں سے جنگ کی نوبت صرف نو غزوات میں آئی ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔ بدر، احد، بنی المصطلق، خندق، قریظہ، خیبر،

مکہ، حنین، طائف، باقی غزوات میں یا تو مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ یا دشمن سے صلح ہوگئی۔ یا دشمن پہلے ہی سے کھاگ گیا۔

بہرحال جہاں قتل و قتال کی نوبت آئی ہے۔ وہ صرف مذکورہ بالا ۹ مواقع ہیں۔

سرکار کی فاتحانہ شان

ہمیں اس مضمون میں جو خصوصیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قارئین کرام کو بتانی ہے وہ یہ ہے کہ دس سال کے عرصہ میں تیس بار لڑائی کا سامان کرنا، لڑائی کے لئے مدینہ سے کوچ کر کے جانا۔

سامان کی قلت، راشن کی کمی، سواری کا فقدان، اسلحہ کی کمیابی۔ دشمن کی تعداد بعض مواقع پر تگنی ہوگئی۔ آٹھ گنی بلکہ دس گنی۔ پھر دشمن تمام سامان سے مسلح، دشمن کے مورچے اور کمین گاہیں۔ انتہائی مضبوط اور باوجود ان تمام باتوں کے آخر میں فتح رسول اللہؐ کی۔

حیرت و استعجاب

قارئین کرام کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ بعض غزوات میں صحابہ کے پاس کھجوریں ختم ہوگئیں تو درختوں کے پتے کھا کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ بعض غزوات میں جب پاؤں میں جوتیاں نہ رہیں تو کپڑے اور چیتھڑے لپیٹ کر پتھریلی زمین پر سفر کیا۔

سواری کی قلت کی یہ نوبت کہ ایک سواری اور پانچ سوار۔ اسلحہ کی یہ حالت کہ بجائے تیر و تلوار کے جھولیوں میں پتھر بھرے ہوئے اس اس بے سر و سامانی، بے بضاعتی اور کم مائیگی کی حالت میں مسلح اور منظم

کہ حنین، طائف، باقی غزوات میں یا تو مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ یا دشمن سے صلح ہوگئی۔ یا دشمن پہلے ہی سے بھاگ گیا۔

بہر حال جہاں قتل و قتال کی نوبت آئی ہے۔ وہ صرف مذکورہ بالا نو مواقع ہیں۔

سرکارؐ کی فاتحانہ شان

ہمیں اس مضمون میں جو خصوصیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قارئین کرام کو بتانی ہے وہ یہ ہے کہ دس سال کے عرصہ میں تیس بار لڑائی کا سامان کرنا، لڑائی کے لئے مدینہ سے کوچ کر کے جانا۔

سامان کی قلت، راشن کی کمی، سواری کا فقدان، اسلحہ کی کمیابی۔ دشمن کی تعداد بعض مواقع پر تگنی ہوگئی۔ آٹھ گنی بلکہ دس گنی۔ پھر دشمن تمام سامان سے مسلح، دشمن کے مورچے اور کمین گاہیں۔ انتہائی مضبوط اور باوجود ان تمام باتوں کے آخر میں فتح رسول اللہؐ کی۔

حیرت و استعجاب

قارئین کرام کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ بعض غزوات میں صحابہ کے پاس کھجوریں ختم ہوگئیں تو درختوں کے پتے کھا کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ بعض غزوات میں جب پاؤں میں جوتیاں نہ رہیں تو کپڑے اور چیتھڑے لپیٹ کر پتھریلی زمین پر سفر کیا۔ سواری کی قلت کی یہ نوبت کہ ایک سواری اور پانچ سوار۔ اسلحہ کی یہ حالت کہ بجائے تیر و تلوار کے جھولیوں میں پتھر بھرے ہوئے اس اس بے سروسامانی، بے بضاعتی اور کم مائیگی کی حالت میں مسلح اور منظم

غنیم سے صرف دس سال کے عرصہ میں تیس بار لڑنے کی تیاری کرنا (یہ وہ تعداد ہے جس میں حضورؐ بالذات شریک ہوئے ہیں۔ باقی تنہا صحابہؓ کے لشکروں کو روانہ کرنا۔ جن کو اصطلاحِ شرعی میں سرایا کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ تیس مواقع تو وہ ہیں جن کی کمان خود حضورؐ نے کی ہے) اور ہر دفعہ جنگ میں آخری فتح کا سہرا مسلمانوں کے سر ہونا۔ یہ ایسا عجیب و غریب کارنامہ ہے کہ اس پر جس قدر حیرت کا اظہار کیا جائے وہ کم ہے۔

کیا دنیا اپنی تمام عمر میں ایسا کوئی فاتح پیش کر سکتی ہے؟

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد۔

۱۶/ اگست ۱۹۴۳ء

یوم عاشوراء اور اس کا حکم

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصیام بعد شھر رمضان شھر اللہ المحرم وافضل الصلوٰۃ بعد المکتوبۃ صلوٰۃ اللیل۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے بعد باعتبار فضیلت ماہ محرم کے روزے ہیں اور نماز مفروضہ کے بعد تہجد کی نماز کا مرتبہ ہے (ترمذی، نسائی)

مسلم اور ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ فرض کے بعد کونسی نماز اور رمضان کے روزوں کے بعد کون سے روزے فضیلت میں زیادہ ہیں تو حضور صلعم نے تہجد کی نماز اور محرم کے روزے فرمائے۔ ترمذی میں جو روایت ہے اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

یا رسول اللہ ای شھر تامرنی ان اصوم بعد شھر رمضان قال ان کنت صائماً بعد شھر رمضان فصم المحرم فانہ شھر اللہ تعالیٰ فیہ یوم تاب فیہ علیٰ قوم ویتوب فیہ علیٰ قوم آخرین۔

یعنی میں نے دریافت کیا کہ آپ مجھے رمضان کے بعد کون سے مہینے کے روزوں کا حکم فرماتے ہیں۔ تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو روزہ رکھنا چاہتا ہے تو ماہ محرم کے روزے رکھو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں خدا نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور ایک اور قوم کی توبہ اسی دن قبول کریگا۔

شیخ حسن مہدوی حمزاوی اپنے رسالہ نفحات نبویہ فی فضائل عاشوریہ میں فرماتے ہیں۔

وقد وردنی فضل عاشوراء آثار کثیرۃ

یعنی عاشورہ محرم کی فضیلت میں بہت سے

منها انه تیب علی آدم وکان خلقه
فیه وفیه خلقه العرش والکرسی
والسموات والارض والشمس والقمر
والنجوم والجنة ولد ابراهیم
الخلیل فیه وکان نجاته من النار فیه
وکذا نجاة موسیٰ ومن معه واغرق
فرعون ومن معه فیه وفیه استقرت
سفینة نوح علی الجودی واعطی
فیه سلیمان الملك العظیم واخرج
یونس من بطن الحوت ورد بصر
یعقوب علیه واخرج یوسف من
الجب وکشف من ایوب اول مطر
نزل من السماء الی ارض کان
یوم عاشوراء۔

آثار مروی ہیں۔ مثلاً اس دن حضرت
آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی
اور اسی دن عرش کرسی آسمان اور زمین
چاند اور سورج اور تارے پیدا کئے گئے اسی
دن جنت پیدا کی گئی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن
نمرود کی آگ سے نجات حاصل ہوئی۔ اسی
دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
ان کے ہمراہی فرعون کی غلامی سے آزاد
ہوئے اور فرعون مع اپنے اعوان و انصار
کے غرق کیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی
جودی پہاڑ پر اسی دن ٹھہری اور حضرت
سلیمانؑ کو ایک ملک عظیم کا مالک اسی دن
بنایا گیا۔ حضرت یونسؑ نے مچھلی کے بطن سے
نجات پائی اور اسی دن حضرت یعقوبؑ کی
آنکھوں کا نور دوبارہ لوٹا گیا۔ حضرت
یوسف بھی اسی دن کنعان کے کنوئیں سے
نکالے گئے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام
نے اسی دن اپنے مہلک مرض سے شفا پائی
آسمان سے زمین پر پہلی بارش عشرہ محرم
ہی کے روز ہوئی۔

دسویں تاریخ کا روزہ

رمضان کی فرضیت سے پہلے دسویں تاریخ کے روزہ کا خاص اہتمام تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی روزہ رکھتے تھے اور صحابہؓ کو بھی اس دن کے روزہ کی ترغیب و تحریص دلاتے تھے۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد آپ نے تعاہد اور مبالغہ کو ترک کر دیا بلکہ ہر شخص کو اختیار دیا گیا کہ جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے ترک کر دے۔ مسلم شریف میں جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ :۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامر بصيام يوم عاشوراء ويحثنا عليه ويتعاهدنا عنده فلما فرض رمضان لم يامرنا ولم ينهنا عنه ولم يتعاهدنا

یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صوم یوم عاشوراء کے متعلق ہم کو ترغیب دیتے تھے اور خاص طور پر روزہ کا وعدہ کراتے تھے لیکن جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے نہ توہم کو منع کیا اور نہ امر کیا۔ بلکہ ترغیب و تواہد کو ترک کر دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

كان عاشوراء يصام قبل رمضان فلما نزل رمضان كان من شاء صام ومن شاء افطر

رمضان کی فرضیت سے پیشتر یوم عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا۔ لیکن رمضان کی فرضیت کے بعد یہ روزہ اختیاری رہ گیا۔ یعنی مستحب۔

ایک اور روایت میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے۔

كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان وكان يوما تستر فيه الكعبة قالت فلما فرض رمضان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شاء

یعنی رمضان کی فرضیت سے قبل عاشوراء کا روزہ سب لوگ رکھتے تھے۔ اس دن کعبہ پر غلاف ڈالا گیا تھا۔ لیکن جب رمضان فرض ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا جس کا جی چاہے

ان یصومہ فلیصمہ ومن شاء ان یترکہ فلیترکہ۔

وہ روزہ رکھے اور جو ترک کرنا چاہے وہ ترک کرے۔

فی روایۃ عن ابن عمر ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء فقال ذلک یوم یصومہ اھل الجاھلیۃ فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے سامنے یوم عاشورہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن کا روزہ زمانہ جاہلیت میں رکھا جاتا تھا جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے

وعن ابی موسیٰ قال کان یوم عاشوراء یوم یعظمہ الیھود ویتخذونہ عیدا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم۔

حضرت ابن موسیٰ سے مروی ہے کہ یہود عاشوراء کے دن کی عظمت کرتے تھے اور اس دن کو انہوں نے عید بنا رکھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

اور ایک روایت میں بجائے یہود کے یہود خیبر کے متعلق یہی الفاظ ہیں اس میں عورتوں کو زیور سے آراستہ کرنے کا بھی ذکر ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرای الیھود تصوم یوم عاشوراء فقال ما ھذا قالوا یوم صالح انجی اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ یہ روزہ کیسا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس دن موسیٰؑ نے روزہ رکھا تھا حضورؐ نے فرمایا تم سے زیادہ تو موسیٰ کے ہم حقدار ہیں۔ آپ نے خود بھی رکھا اور روزہ کا حکم بھی دیا۔

ابوداؤد میں اتنے الفاظ اور ہیں۔

فصامہ موسیٰ شکراً فنحن نصومہ تعظیماً لہ۔ — موسیٰ نے اس میں شکریہ کا روزہ رکھا اور ہم اس دن میں تعظیماً روزہ رکھیں گے۔

ابن ابی شیبہ نے ابی ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے۔

صوموا یوم عاشوراء وھو یوم کانت الانبیاء تصومہ فصوموہ۔ — عاشورہ کے دن کا روزہ رکھو اس دن انبیائے سابقین روزہ رکھتے تھے سو تم کو بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔

ویلمی اور بزار نے حضرت ابی ہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء عید من قبلکم فصوموہ انتم۔ — یعنی یوم عاشورہ تم سے پہلے گزرنے والوں کی عید تھی، تم اس کا روزہ رکھو۔

روزہ کا ثواب

ترمذی نے حضرت ابوقتادہ رضؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صیام یوم عاشوراء انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ۔ — حضورؐ نے فرمایا کہ عاشورۂ محرم کے روزہ کا ثواب خدا سے امید کی جاتی ہے کہ ایک سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

تشبہ بالیہود کی مخالفت

فقط عاشورہ محرم کے روزہ میں چونکہ یہود سے تشبہ کا اندیشہ تھا اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا تاکہ یہود کی مخالفت ہو جائے اور تشبہ بالیہود لازم نہ آئے لیکن آئندہ سال محرم تک حضورؐ زندہ نہ رہے اور وصال ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت میں ہے۔

لئن بقيت الى قابل — اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں
لاصومن التاسع۔ — تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضورؐ نے روزہ رکھا اور صحابہؓ کو روزہ کا حکم دیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہود کے نزدیک اس دن کی بہت زیادہ عظمت ہے تو آپؐ نے فرمایا۔

فاذا کان العام المقبل ان شاء الله صمت الیوم التاسع فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ — یعنی انشاء اللہ آئندہ سال نویں کا روزہ بھی رکھوں گا تاکہ یہود سے مخالفت ہو جائے لیکن آئندہ محرم سے پہلے حضورؐ کی وفات ہو گئی۔

ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں مخالفت کی تصریح موجود ہے۔

ان عشنا خالفناهم وصمنا الیوم التاسع۔ — اگر ہم زندہ رہے تو یہود کی مخالفت کریں گے اور نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے۔

بعض حضرات نے عدم تعمق کے باعث مخالفت کا انحصار صرف نو تاریخ کے روزہ کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ مخالفت محض ایک دن کی زیادتی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ خواہ نویں تاریخ سے کی جائے یا گیارہویں سے جیسا کہ امام احمد نے مرفوعاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔

صوموا یوم عاشوراء وخالفوا الیهود وصوموا قبله یوماً او بعده یوماً۔ — یوم عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس دن کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ ملا کر یہود کی مخالفت کرو۔

بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس مضمون کی روایت نقل کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں۔

لئن بقیت امرت بصیام یوم قبله او یوم بعده۔ — اگر میں زندہ رہا تو لوگوں کو نویں یا گیارہویں کے روزہ کا بھی امر کروں گا۔

پس ان احادیث کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی مخالفت مقصود ہے خواہ وہ نویں کا دن ملانے سے حاصل ہو جائے یا گیارہویں کے ملانے سے۔

توسع علی العیال۔

روزہ کے علاوہ اس دن اہل وعیال پر نفقہ کی وسعت کا بھی حکم ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے۔

من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء لم یزل فی سعۃ سائر سنتہ۔ — یعنی جس شخص نے اپنے عیال کے لئے اس دن وسعت کی تو تمام سال اسکے ہاں برکت رہیگی

اگرچہ اس حدیث کے متعلق بعض محدثین نے کلام کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس باب میں کسی حدیث کی روایت ہی سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس روایت کے شواہد اس قدر ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو روایت حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جو قابل احتجاج ہے چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن عراقی نے اس حدیث کو نقل کرکے اس امر کی تصریح کی ہے۔

لکن حسن علی رای ابن حبان۔

اور بیہقی کے ظاہری کلام کا مفہوم یہ ہے۔

ان حدیث التوسعۃ حسن علی رای غیر ابن حبان۔ — ابن حبان کے علاوہ اور محدثین بھی اس روایت کے حسن ہونے کے قائل ہیں۔

صاحب نفحات فرماتے ہیں کہ اس باب میں سب سے زیادہ جید سند ابن عبدالبر کی ہے جو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من وسع علی نفسہ واھلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر عاشورہ کے دن وسعت کی تو اللہ پورے سال اس پر وسعت نازل کرے گا۔

توسّع اور صوم کے علاوہ اور کوئی چیز ثابت نہیں

یوم عاشوراء کے متعلق بعض اور باتیں بھی عوام میں مشہور ہیں۔ لیکن ان کی کوئی اصل نہیں۔ مثلاً سرمہ لگانا۔ غسل کرنا۔ عبادت کرنا۔ زیارۃ عالم۔ ناخن کترانا۔ ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ تمام چیزیں بے اصل بلکہ موضوعات ہیں جن سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیے۔

اسی سلسلہ میں علامہ خرادی نے نفحات نبویہ میں آخری سال اور شروع سال کے لئے دو دعائیں نقل کی ہیں جن کو ہم ناظرین کے لئے نقل کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کو علامہ جمال الدین نے اپنی تاریخ میں شیخ عمر بن قدامۃ المقدسی سے نقل کیا ہے نیز اپنے مشائخ سے ان دعاؤں کے متعلق بہت سی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ خاص طور پر وصیت کرتے ہیں کہ یہ دعائیں ضرور پڑھی جائیں۔

شروع سال کی دعا

اللھم انت الابدی القدیم الاول وعلی فضلک العظیم وکرم جودک المعول وھذا عام جدید قد اقبل۔ اسألک العصمۃ فیہ من الشیطان واولیائہ والعون علی ھذہ النفس الامارۃ بالسوء والاشتغال بما یقربنی الیک زلفی یاذالجلال والاکرام۔	اے اللہ آپ کی ذات ابدی ازلی اور اول ہے اور اپنے عظیم فضل اور قابل بھروسہ بخشش وکرم کے ساتھ قائم ودائم ہے۔ اور اے اللہ یہ نیا سال آپہنچا۔ اس سال کے اندر شیطان اور اس کے مددگاروں سے حفاظت کی، اور برائیوں کی طرف برانگیختہ کرنے والے اپنے اس نفس کے خلاف مدد کی، اور ایسے اعمال میں مشغولیت کی جو میرے مرتبہ کو آپ کی ذات سے قریب کردے، آپ سے درخواست کرتا ہوں اے بزرگی اور کرم والے۔

جب شروع سال میں کوئی شخص اس دعا کو پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اس نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ مجھ سے محفوظ کر لیا۔

آخر سال کی دعا۔

اللھم ما عملت فی السنۃ مما نھیتنی عنہ ولم ترضہ ونسیتہ ولم تنسہ وحلمت فیھا علی بفضلک بعد قدرتک علی عقوبتی ودعوتنی الی التوبۃ من جرائتی علی معصیتک فانی استغفرک فاغفرلی وما عملت فیھا مما ترضاہ ووعدتنی علیہ الثواب فاسئلک ان تتقبلہ منی ولا تقطع رجائی منک یا کریم۔

اے اللہ اس سال میں نے آپ کے منع کردہ کاموں میں سے جتنے کام کئے ہیں اور ان سے اب تک توبہ نہیں کی، اور میری سزا پر قدرت کے باوجود آپ نے اپنے فضل وکرم سے ان کے متعلق مجھ سے بردباری کا معاملہ کیا اور آپ کی نافرمانی پر میری جرأت کے باوجود آپ نے مجھے توبہ کی طرف بلایا۔ تو اے اللہ میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں پس میری مغفرت کر دیجئے اور اے اللہ اس سال سے میں نے جتنے کام آپ کی مرضی کے مطابق کئے ہیں اور ان پر آپ نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو میری درخواست ہے کہ ان تمام کو میری طرف سے قبول فرما لیجئے اور اے کریم میری اس امید کو جو آپ کی ذات سے وابستہ ہے کبھی منقطع نہ کیجئے۔

اس دعا کو تین مرتبہ پڑھنا چاہئے جو شخص اس دعا کو پڑھتا ہے تو شیطان مایوسانہ لہجہ میں کہتا ہے کہ میری ایک سالہ محنت کو اس نے ایک گھڑی میں برباد کر دیا۔

- - - ٭ - - -

ماہِ شعبان اور اسراف

جس طرح اسراف کی مذمت اور اس کی برائی سے ہر ایک مسلمان واقف ہے اسی طرح ماہ شعبان کی فضیلت اور اس کی بزرگی سے بھی کم و بیش ہر مسلمان واقف ہے شاید ہی کوئی سال ایسا ہوگا کہ جب میں نے مسلمانوں کے لئے کچھ نہ لکھا ہو جہاں تک میرا حافظہ مساعدت کرتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ مختلف عنوانات سے اب تک شعبان اور شب برأت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو اگر جمع کیا جائے تو ایک کتاب طبع ہو سکتی ہے ۔

آتشبازی کے متعلق اگر ایک طرف مسلمانوں کو ماہ شعبان کی فضیلت سے مطلع کیا ہے تو دوسری طرف ان بدعات و منہیات سے بھی آگاہ کیا ہے جن میں بدقسمتی سے مسلمان مبتلا ہیں بالخصوص آتشبازی کی رسم تو ایسی مذموم ہے کہ جس کی خرابی اور برائی سے کسی عقلمند کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے جس کو خواہ مخواہ کی موشگافیوں سے طوالت دی جائے یا اس پر کسی نئی بحث کا دروازہ کھولا جائے کون نہیں جانتا کہ ہر سال ہزاروں بے گناہ اس موذی اور مہلک کھیل کے پیچھے اپنی زندگیاں تباہ کر لیتے ہیں ۔ لاکھوں روپیہ چند دن میں آگ کی نذر کر دیا جاتا ہے ایک مفلس قوم محض اپنی جہالت اور بیوقوفی کے ہاتھوں روپیہ اور زندگی کے بدلے جہنم خرید رہی ہے ۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۔ پس نہیں نفع دیا انکو انکی تجارت نے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے ۔

گناہ میں کمی اور زیادتی

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ گناہ پر زمان و مکان کا خاص اثر ہوتا ہے مثلاً ایک گناہ دہلی کے کسی بازار میں کیا جائے اور یہی گناہ مسجد حرام میں کیا جائے یا معاذ اللہ

مسجد نبوی میں کیا جائے، اسی طرح ایک گناہ کسی معمولی مہینے میں کیا جائے اور پھر یہی گناہ عرفہ کے دن کیا جائے اور پھر یہی گناہ شہر رمضان میں کیا جائے۔ اگرچہ گناہ ایک ہی ہے لیکن اس وجہ سے کہ وہ کسی مقدس مقام یا کسی مقدس مہینہ میں کیا گیا ہے، اس کی سزا سخت اور عقوبت دردناک ہے یہ ایک ایسا کلیہ ہے کہ اس پر تو کسی ذی علم کو انکار نہیں ہو سکتا اگر مضمون کے طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس کو دلائل سے ثابت کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

اتنی بات معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ شراب کو بازار میں پینا اور مسجد میں پینا اور معمولی دنوں میں پینا اور رمضان میں پینا ان دونوں میں بڑا فرق ہے یہی وجہ ہے کہ رمضان میں عام طور سے فسق و فجور میں کمی واقع ہو جاتی ہے لیکن فاسق و فاجر بھی اس کا احساس کرتا ہے کہ رمضان شریف کا احترام کیا جائے اور اس محترم کے مہینے میں گناہ سے اجتناب کیا جائے۔

اس تمہید کے بعد آج کے مضمون میں مجھے صرف دو باتیں عرض کرنی ہیں اول یہ کہ ماہ شعبان کو دوسرے مہینوں پر کوئی خاص امتیاز حاصل ہے یا نہیں اور اس کی پندرھویں شب کو دوسری راتوں پر کوئی خاص شرف ثابت ہے یا نہیں۔

دوم یہ کہ آتشبازی کی رسم مردود و مذموم ہے یا نہیں اور اسراف حضرت حق کی عدم محبت اور دخول نار کا موجب ہے یا نہیں۔ اگر یہ دونوں مقدمات ناظرین کی سمجھ میں آ گئے تو میری گزارش کا مطلب سمجھنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

دما توفیقی الا باللہ　　　　جاتا ہے نہیں دیتا

پہلا مقدمہ

شعبان کی بزرگی اور فضیلت کے متعلق جو کچھ آج تک لکھا گیا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس بحث کی ضرورت ہے کہ اس باب میں جو حدیثیں منقول ہیں

وہ ضعیف ہیں یا شیخین کی شرط پر نہیں ہیں اور منہ اس امر پر بحث کرنا مقصود ہے کہ لیلۃ الرابۃ یا لیلۃ المبارک سے مراد وہ شب قدر ہے جو رمضان میں آتی ہے۔ اس مختصر مضمون میں کسی طویل بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر احادیث بھی اس کثرت سے وارد ہیں جو بقول بعضہ بعضاً کی مصداق ہے۔ اس لئے اس بحث میں مبتلا ہو کر تضییع اوقات کی ضرورت نہیں اگر وقت نے مساعدت کی تو انشاء اللہ پھر کسی موقع پر مفصل عرض کیا جائیگا۔ شعبان کے مہینہ میں سب سے بڑی خصوصیت تو یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں بکثرت روزے رکھتے تھے اور شعبان کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ اس مہینے کی بزرگی سے ناواقف ہیں یہ مہینہ رجب اور شہر رمضان کے مابین ہے اس مہینہ میں لوگوں کی موت اور رزق لکھا جاتا ہے اس مہینے میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں میری خواہش یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہو رہے ہوں تو میں روزے جیسی عبادت کے ساتھ متصف ہوں اسی طرح پندرہویں شب میں حضور کا امت کے لئے استغفار کرنا اور جنت البقیع میں تشریف لے جانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تلاش کرنا اور حضور صلعم کا یہ فرمانا کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے آکر کہا کہ آج کی رات سونے کی نہیں ہے اس شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور تمام گنہگاروں کو بخش دیا جاتا ہے آج کی رات اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کی تعداد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرا دیتا ہے۔ البتہ ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا عادی نہیں بخشا جاتا اور وہ شخص بھی نہیں بخشے جاتے جو دلوں میں کینہ رکھتے ہیں۔ اس قسم کی اور بہت سی روایتیں ہیں جن میں کم و بیش یہی الفاظ ہیں اور ایک روایت دوسری روایت کے لئے موجب تقویت ہے بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پندرہویں شب کو عبادت کرنے اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان تمام احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کرنے سے حسب ذیل خصوصیات ثابت ہوتی ہیں۔ حضور صلعم کا اس مہینہ میں بکثرت روزے رکھنا اس مہینہ میں رمضان کے حصول

کی دعا کرنا اس مہینہ کی پندرہویں شب میں حضرت حق جل مجدہٗ کا آسمان دنیا پر نزول فرمانا
اور گنہگاروں کو بکثرت بخشنا آئندہ سال کے لیے بندوں کے رزق، موت اور دیگر امور کو متعین
فرمانا۔ آئندہ سال کے لئے اس قسم کے امور کا فرشتوں کو اجمالی علم ہونا۔ اس مہینے کی پندرہویں
شب میں عبادت کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شب میں مدینہ کے قبرستان میں تشریف
لے جانا، قبرستان میں جا کر امت کی مغفرت کے لئے دعا کرنا بقیع سے واپس آ کر حجرہ مبارک
میں طویل نماز پڑھنا۔ اس مہینہ کی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا سرکار دوعالم صلی اللہ
علیہ وسلم کا اس مہینے کے لیے یہ فرمانا کہ رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے جس کی
عظمت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں یہ تمام امور جن کا خلاصہ میں نے عرض کیا ہے اس امر پر
دال ہیں کہ ماہ شعبان کی حالت دوسرے مہینوں کی مانند نہیں ہے بلکہ دوسرے مہینوں سے
اس مہینہ کو ایک خاص امتیاز اور عظمت حاصل ہے رمضان المبارک اور ذی الحجہ کے علاوہ
یہ کہا جا سکتا ہے کہ ماہ شعبان کو باقی مہینوں پر خاص شرف و عظمت حاصل ہے اور اس
مہینہ میں کسی گناہ کی وہ حیثیت ہرگز نہیں ہے جو دوسرے مہینوں میں ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ
امر پہلے ہی ثابت ہے کہ کسی مقدس مقام یا کسی مقدس مہینہ میں جرم کرنا اس سے بہت
زیادہ سخت ہے جو کسی عام مقام یا سادے دنوں میں کیا جائے۔

دوسرا مقدمہ

ماہ شعبان اور اس کی پندرہویں شب میں جو خصوصیات مذکور ہوئی ہیں اس کے بعد
صرف اس امر کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ان اعمال پر بحث کی جائے جن کا ارتکاب
عوام مسلمان اس مقدس مہینہ میں کرتے ہیں۔ ان اعمال میں سب سے قبیح رسم جو آج کے مضمون
میں زیر بحث ہے۔ وہ آتش بازی کی رسم ہے آج تک اس سلسلہ میں بے شمار مضمون اور
پوسٹر شائع ہو چکے ہیں عام طور سے اس قبیح اور مہلک رسم کی مذمت میں قرآن شریف کی آیت
ان المبذرین الخ سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ تبذیر اور اسراف

کی حرمت میں یہ آیت نہایت صاف اور واضح ہے اس سے بڑھ کر مبذرین کی مذمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کو شیاطین کا بھائی کہا گیا اور پھر شیطین کو لفظ کفور یعنی نافرمان سے روشناس کیا گیا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مبذرین سخت ناسپاس اور نافرمان ہیں۔ ناسپاسی بالکل ظاہر ہے یا ل و دولت حضرت حق جل مجدہٗ کی ایک نعمت ہے جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ بندہ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتا اور اس دولت کو ایسے مصارف میں خرچ کرتا جو حضرت حق کی رضامندی کے موجب ہوئے لیکن جو شخص اپنی دولت کو شریعت کے خلاف امور میں خرچ کرے اور فسق و فجور میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو برباد کرے تو اس سے بڑھ کر محسن کشی اور ناسپاسی کیا ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں مبذرین کو ناسپاس اور کافر کہا گیا ہے اسی ہی مضمون کو دوسری آیت میں ایک اور عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا لہجہ اس سے زیادہ رنش اور غضب آمیز ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ — خدا تعالیٰ بے موقع فضول خرچ کرنیوالوں سے محبت نہیں کیا کرتے۔

ہم فضول خرچی اور بے موقع خرچ کرنے والوں سے محبت کرنے کو تیار نہیں ہیں یہ دونوں آیتوں کے عنوان اگرچہ مختلف ہیں لیکن دونوں کو ملا کر دیکھیئے کہ مسرفین و مبذرین سے کس طرح بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اس محبت کی نفی وہی حضرات محسوس کر سکتے ہیں جن کو کبھی حسن و عشق کے مناسبت سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا ہے بظاہر عنوان اگرچہ نرم معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں شیطان کا لفظ ہے اور نہ کافر کا صرف عدم محبت کا اظہار ہے لیکن مسرفین کی اس سے بڑھ کر کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ ان سے قطع محبت کا اعلان کیا جائے اگر غور کیا جائے تو یہ ناقابل برداشت دھمکی ہے کہ جس کا تحمل ایک صادق مسلمان کے لئے ناممکن ہے۔ عشق مجازی اور حسن فانی کے افسانوں میں ہم نے بار بار سنا ہے کہ بیچارا عاشق و طالب سب کچھ سننے کو تیار رہ سکتا ہے تمام کڑوی کسیلی باتیں سنی جا سکتی ہیں۔ گالیاں بلکہ مار پیٹ

بھی ایک عاشق کے لئے سہل ہے۔ لیکن یہ سننا گوارا نہیں ہے کہ اب تم سے ہمارا کوئی واسطہ یا تعلق نہیں رہا۔ جب دنیاوی محبت اور عشق کی یہ حالت ہے تو خدارا غور کرو کسی نالائق بندے سے حضرت حق کا یہ فرمانا اگر فضول خرچی سے باز نہیں آتے تو پھر ہماری محبت سے ہاتھ دھو لو کس قدر دردناک اور خوفناک ہے۔ پوچھو ان سے جو ان کی محبت کو جنت کے عوض خریدنے کو تیار ہیں۔ ان سے دریافت کرو جن کا یہ قول مشہور ہے۔

ولو کانت السقر نصیب العاشقین	اللہ تعالیٰ کے وصال کے وعدہ پر اگر جہنم
مع وصاله فهو اشتیاقا ولو کانت	عاشقوں کا حصہ بن جائے تو ہائے شوق اسکا
الجنة نصیب المشتاقین بدون	اور اگر مشتاقین وصال کے لئے بغیر وعدہ وصال
وصاله فهو الویل ه	کے جنت حصہ بن جائے تو ہائے واویلا اس پر

پوچھو ان سے جو سب کچھ سننے کو تیار ہیں لیکن محبت کی نفی ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ بنی اسرائیل کی آیت میں خفگی بھی غصہ بھی شیاطین کا بھائی اور کافر بھی لیکن تعلقات محبت و آشتی کا انقطاع اس میں نہیں ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت میں اختصار ہے۔ الفاظ بہت کم ہیں لیکن جو کچھ کہا گیا ہے وہ اتنا خوفناک ہے کہ اس کے مقابلہ میں موت بلکہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ بھی آسان ہے وہ دوزخ ایک عاشق کو سہل ہے جس میں مہربانی اور ملاطفت کی شعاعیں موجود ہوں اور وہ جنت ناقابل برداشت ہے جس میں خفگی ناراضگی اور عدم محبت کا مظاہرہ کیا جارہا ہو اس خفگی اور حرماں نصیبی کے بعد کیا بدقسمت آتش بازوں کے لئے کوئی گنجائش ہے کہ وہ اپنے دین و دنیا کو تباہ کریں شیطان بنیں اور خدا کی محبت سے تہی دامن ہو جائیں۔

عدم محبت کی بحث

اس موقع پر بے جا نہ ہوگا اگر مسرفین کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا بھی تذکرہ کر دیا جائے جو عدم محبت کی وعید میں ان بدقسمتوں کے ساتھ شریک کر دیئے گئے ہیں۔

مضمون ضرور طویل ہو جائے گا لیکن جب ایک چیز سامنے آ گئی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ وہ تمام طبقات مسلمانوں کے سامنے آ جائیں جن کے متعلق حضرت حق جل مجدہٗ نے عدم محبت کا اعلان کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے انتہائی عجلت میں اس معاملہ پر غور کیا ہے۔ لیکن پھر بھی کلام اللہ سے حسب ذیل مواقع تلاش کر کے پیش کرتا ہوں۔

ملاحظہ ہو۔ سیقول پارہ ۲ سورہ بقرہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ — اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

خواہ مخواہ کسی کافر کو قتل نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ اسی پارہ میں حق سبحانہٗ کا دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ — اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔

تلک الرسل پارہ ۳ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ — اللہ تعالیٰ کسی نافرمان گنہگار سے محبت نہیں کرتا

اسی پارہ میں سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ — اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اسی پارہ میں اور اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ — اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

والمحصنٰت پارہ ۵ سورۂ نساء میں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کی بحث میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا۔
اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔ بخل کے عادی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہو وہ اس کو چھپاتے ہوں

پھر اسی پارہ میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا
اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست نہیں رکھتا جو خائن اور گنہگار ہو۔

پھر چھٹے پارہ کی ابتدا میں فرماتے ہیں۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔
اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کا اعلان کیا جائے مگر ہاں مظلوم کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ظالم کا ظلم بیان کر سکتا ہے۔

اسی پارہ کے آخر میں فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ۔
اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

ولواننا پارہ ۸ میں وہی آیت ہے جو اس مضمون میں زیر بحث ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔

پھر اسی پارہ کے آخری حصہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔
اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

واعلموا پارہ ۱۰ سورۂ انفال میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ — اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔

امن خلق پارہ ۲۰ سورۂ قصص کے آخری حصہ میں قارون کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ — اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا

پھر اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ — اللہ تعالیٰ فساد کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔

اتل ما اوحی پارہ ۲۱ سورۂ روم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ — خدا تعالیٰ نافرمانوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اسی پارہ کی سورۂ لقمان میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ — بیشک اللہ تعالیٰ کسی متکبر بے جا فخر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

الیہ یرد پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ — اللہ تعالیٰ ظلم کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔

قال فما خطبکم پارہ ۲۷ سورۂ حدید میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ — اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا۔

ان تمام آیتوں کے ذکر کرنے میں میں نے پوری احتیاط کی ہے لیکن ممکن ہے کہ شاید کوئی اور آیت رہ گئی ہو۔ میرا خیال تھا کہ ان تمام آیتوں کا ربط بیان کر دینا بھی بہت مناسب تھا نیز ان تمام مذکورین میں مابہ الاشتراک وجہ پر بھی روشنی ڈال دی جاتی اور ناظرین کو یہ بتا دیا جاتا کہ ان سب لوگوں میں (جن سے حضرت حق سبحانہ نے اپنی دوستی اور محبت کا

انکار کیا) باہمی کیا مناسبت ہے۔ لیکن فقط اس اندیشہ سے کہ مضمون طویل ہو جائے گا۔ اس بحث کو ترک کرتا ہوں ان شاء اللہ کسی آئندہ فرصت میں صرف اسی مسئلہ پر چند سطور قلم بند کروں گا اگر ان بد قسمت اور حرماں نصیب گروہ کے ساتھ ان حضرات کا بھی تذکرہ کر دیا جاتا کہ جن سے جناب باری عز اسمہٗ نے اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کیا ہے مثلاً۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ خدا تعالیٰ عادل لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

تو شاید اس مضمون کی تکمیل ہو جاتی اور ناظرین دونوں طبقوں کو بآسانی سمجھ لیتے اور تعرف الاشیاء باضدادھا کے اصول پر اس طبقہ کی حالت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی۔ لیکن وقتی عدم مساعدت کثرت افکار و مضمون کی طوالت کا اندیشہ اسی کے لئے مقتضی ہیں کہ مضمون تشنہ چھوڑتے ہوئے ناظرین کتاب سے معذرت کی جائے اور بشرط زندگی کسی دوسری صحبت کے لئے وعدہ کیا جائے۔

آخری تنبیہ

آج کے مضمون میں قرآن کی آیتوں سے اسراف اور تبذیر کی مذمت پر استدلال کیا گیا ہے، ایک بنی اسرائیل کی آیت جس میں مبذرین کو شیاطین کا بھائی کہا گیا ہے اور دوسری سورۂ اعراف کی آیت جس میں حضرت حق سبحانہٗ نے مسرفین کی محبت کے انکار کا اعلان فرمایا ہے۔ ان آیتوں کے علاوہ آپ کو تعجب ہوگا فرعون کو بھی مسرفین میں شمار کیا گیا ہے

وَاِنَّہٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ۔ اور وہ اسراف کرنیوالوں میں سے ہے البتہ۔

پارہ ۱۱ سورۂ یونس۔

اب مطلب یہ ہوا کہ مسرفین نہ صرف شیطان کے بھائی ہیں بلکہ فرعون کے بھی ساتھی ہیں۔ فرعون اور آل فرعون کا انجام جو کچھ ہوا اس سے بھی شاید کوئی مسلمان بے خبر نہ ہو گا۔

سورۂ مومن میں جہاں ان لوگوں کے انجام کا تذکرہ ہے وہاں فرماتے ہیں۔

وان المسرفین ھم اصحاب النار۔ مسرفین سب کے سب اہل جہنم ہیں۔

اس کھلی ہوئی وعید کے بعد اس بدقسمت گروہ کے پاس کون سی حجت ہے جس کی پناہ لے کر آتشبازی کے اسراف کو جائز سمجھتا ہے۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پہلے مقدمہ سے ماہ شعبان کی فضیلت اور دوسرے مقدمہ سے آتشبازی کا موجب اسراف ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ اسراف جیسی حرام چیز اور وہ بھی ماہ شعبان جیسے بزرگ مہینے میں اسراف جیسا مذموم اور ناجائز فعل اور وہ بھی ماہ شعبان کی پندرہویں شب میں جبکہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر متوجہ ہوں اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرنے کا قصد کرتے ہوں اور ہم گنہگار ٹھیک اسی وقت آگ کا کھیل کھیل رہے ہوں اور آسمان کی جانب آگ اچھال رہے ہوں۔ والی اللہ المشتکی۔

(یہ مضمون ۱۹۳۱ء میں آپ نے گجرات جیل میں لکھا تھا)

-- ـــ ـــ ــ ـــ --

شعبان کی پندرہویں شب

اس میں شک نہیں کہ دنیا کی مختلف قومیں باہمی اختلاط و اتحاد کے باعث ایک دوسرے کی تہذیب و تمدن کو قبول کر لیتی ہیں۔ موجودہ تہذیب میں کبھی باوجود اس کے کہ ہر قوم اپنے تمدن اور کلچر کے تحفظ کی دعوے دار ہے ایک ملک کی مختلف قومیں ایک دوسرے کی تہذیب کو اختیار کر لیتی ہیں اور بعض دفعہ ایک قوم دوسری قوم کی تہذیب اور اس کے تمدن کو اتنا اپنا لیتی ہے کہ یہ پتہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس قوم کا اصلی تمدن کیا ہے۔

سیاسی اقتدار

عام طریقے سے یہ تغیرات سیاسی اقتدار کے مرہونِ منت ہوا کرتے ہیں جب ایک قوم دوسری قوم پر حاکمانہ اختیارات اور شاہانہ اقتدار کے ساتھ حکمران ہوتی ہے تو اپنی تہذیب اور تمدن کو بھی محکوم قوم پر مسلط کر دیتی ہے یہ ضروری نہیں کہ یہ تسلط جبر و اکراہ کے ساتھ کیا جائے، بلکہ انسانی طبیعت ہی اس وضع پر مخلوق ہوئی ہے کہ ملاوہ بہ ذی اقتدار قوم کے تمدن کو پسند کرتی ہے۔ آج کل انگریز کسی ہندوستانی کو ہیٹ لگانے یا کوٹ پتلون پہننے پر مجبور نہیں کرتے۔ لیکن پھر بھی فی صدی پچیس ہندوستانی انگریزی فیشن کے دلدادہ اور متوالے ہیں۔ اس تعداد ہی پر بس نہیں بلکہ ان دلدادگانِ فیشن کی تعداد روز افزوں نظر آتی ہے اور یہی غالباً الناس علیٰ دین ملوکھم کا مطلب ہے۔

ہر چند کہ قومی تہذیب کے تغیر میں سیاسی اقتدار کو بڑا دخل ہے لیکن باہمی اختلاط اور ارتباط کے اثرات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج مسلمانوں میں

صدہا بدعات و خرافات اس طرح رائج ہیں کہ بعض جاہل ان کو اسلام کا جزو سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام میں اس کا وجود بھی نہیں۔ شادی غمی کی رسومات و منکرات صدہا میلے اور تیوہار مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں اس طرح داخل ہو گئے ہیں کہ غیر تو غیر خود مسلمان ان کو مذہبی چیزیں خیال کرتے ہیں۔ اور ان منکرات کی اس طرح پابندی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کو سمجھانے اور ان رسومات سے باز رکھنے کی کوشش کرے تو اس کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان رسومات قبیحہ کو جاہلوں نے ایسا اپنا لیا ہے کہ آج اسلام اور مسلمانوں کے گھروں سے ان کا نکالنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا ناخن کو گوشت سے جدا کرنا۔ منجملہ ان رسومات منکرہ کے جن میں آج کل مسلمان اپنی اقتصادی حالت کو تباہ کر رہے ہیں، شب برات کی بھی بعض رسوم ہیں جو بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آتش پرستوں اور ہندوؤں کے تیوہاروں سے ان میں داخل ہو گئی ہیں۔

شعبان کی فضیلت

اگر ایک طرف جاہل مسلمان اپنی جہالت کے باعث ان رسومات قبیحہ کے پورے پابند ہیں تو دوسری طرف بعض ایسے بھی حضرات ہیں جو ان تمام بدعات اور امور منکرہ سے متنفر ہیں بلکہ وہ ہر مذہبی چیز کو اسلام کے اصلی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں اور ہمیشہ یہ معلوم کرنے کے متلاشی رہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ ایسے اصحاب کے لئے جو حقیقتہً بدعات اور اسراف سے بچ کر مذہب کی صحیح اور سیدھی سادی راہ تلاش کرنا چاہتے ہیں اور ماہ شعبان اور اس کی پندرہویں شب کو اسلامی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے کتب احادیث سے ہم ذیل کی حدیثیں

جمع کر دینا چاہتے ہیں اگرچہ اس مختصر مقالے میں احادیث کی حیثیت پر بحث کرنا مشکل ہے لیکن اتنا ضرور عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ شعبان کی فضیلت اور پندرھویں شب کی خصوصیت کے بارے میں کسی صحیح حدیث سے استدلال کرنا مشکل ہے ہاں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ تمام طرق کو جمع کرنے کے بعد ان احادیث کو حسن کا مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے اور محدثین کے نزدیک فضائل اعمال میں توسع بھی ہے اس لئے جہاں تک کسی نیک عمل کرنے کا تعلق ہے یہ تمام احادیث جو ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں، کافی ہیں۔ خدا تعالے مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بدعات سیئہ سے بچائے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ — اور نہیں ہے یہ کام خدا تعالی پر مشکل۔

شعبان کے متعلق احادیث

شعبان بین رجب و شہر رمضان یغفل الناس عنہ یرفع فیہ اعمال العباد فاحب ان لا یرفع عملی الا وانا صائم۔ (بیہقی)

شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے جس کی فضیلت سے لوگ بے خبر ہیں، اس مہینہ میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کیے جائیں کہ میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

۲۔ شعبان شہری ورمضان شہر اللہ (دیلمی)

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالی کا مہینہ ہے۔

۳۔ حضرت انس کی روایت میں ہے:

كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول اللهم
بارك لنا في رجب وشعبان
وبلغنا رمضان (ابن عساكر)

رجب کا چاند دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یا اللہ رجب
اور شعبان میں ہم کو برکت عطا فرما اور ہمکو
خیریت کے ساتھ رمضان تک پہنچادے۔

(٤) كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يصوم حتى
تقول لا يفطر ويفطر حتى نقول
لا يصوم ما رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم استكمل
صيام شهر قط الا رمضان
وما رأيت في شهر اكثر منه
صياما في شهر شعبان (بيهقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت
یہ تھی کہ جب آپ نفلی روزے رکھنے
شروع کرتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا اب
روزے ترک نہیں فرمائیں گے اور جب
روزے چھوڑ دیتے تھے تو ایسا محسوس
ہوتا تھا کہ اب آپ رکھیں گے ہی نہیں
جس مہینے میں آپ کو پورے روزے
رکھتے دیکھا وہ رمضان ہے اور جس
مہینے میں زیادہ رکھتے دیکھا وہ شعبان
ہے۔

(٥) ما رأيت النبي صلى الله
عليه وسلم في شهر اكثر صياما
منه في شعبان كان يصومه
الا قليلا بل كان يصومه
كله (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں میں نے
کسی مہینے میں سوائے شعبان کے
مہینے کے آپ کو بکثرت روزے رکھتے
نہیں دیکھا۔ شعبان کو تو یہ سمجھنا
چاہئے کہ پورے مہینے ہی کے روزے
رکھا کرتے تھے۔

(٦) كان احب الشهور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصوم شعبان ثم یصلہ برمضان (بیہقی)

بہت پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رہے۔ شعبان کو رمضان سے ملا دیا جائے۔

(۷) لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرا اکثر من شعبان فانہ کان یصوم شعبان کلہ وکان یقول خذوا من العمل ما تطیعون فان اللہ لا یمل حتی تملوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے شعبان کے کسی دوسرے مہینے میں بکثرت روزے نہیں رکھتے تھے۔ شعبان کے متعلق تو یہ کہنا چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھا کرتے تھے اور لوگوں سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ عمل اپنی استطاعت اور طاقت کے موافق کیا کرو۔ اللہ ثواب دینے سے عاجز نہیں ہے بلکہ تم عمل کی کثرت سے تھک جاؤ گے۔

(۸) ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا شعبان ورمضان (ترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ سوائے رمضان اور شعبان کے دوسرے مہینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزہ نہیں رکھا کرتے تھے۔

(۹) لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من السنۃ شہرا تاما الا شعبان کان یصلہ برمضان (نسائی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام سال میں سوائے شعبان کے کسی اور مہینے کے پورے روزے نہیں رکھا کرتے تھے البتہ شعبان کے روزوں کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے۔

(۱۰) حضرت اسامہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا۔

ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان وهو شهر يرفع فيه الاعمال الى رب العالمين فاحب ان يرفع عملى وانا صائم (نسائی)	یہ شعبان کا مہینہ ایک ایسا ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس مہینے کی فضیلت سے غافل ہیں۔ اس مہینے میں اللہ رب العالمین کے روبرو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

(۱۱) حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے! حضرت نے ارشاد فرمایا۔

ان الله يكتب فيه كل نفس ميتة تلك السنة فاحب ان ياتينى اجلى وانا صائم۔	اللہ تعالٰی اس مہینے میں سال بھر کے مرنے والوں کو متعین فرماتا ہے میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میری موت کا سال اور وقت معین کیا جائے تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو

(۱۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

لانه تنسخ ارواح الاحياء فى الاموات حتى ان الرجل يتزوج وقد وقع اسمه فيمن يموت وان الرجل	مرنے والوں کا نام زندوں سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے آدمی نکاح کرتا ہے اور اس کا نام مردوں کی فہرست میں ہوتا ہے۔ انسان

بلیج و قتل و قع اسمہ فیمن یموت۔

بیج کر جاتا ہے اور اس کا نام مردوں کے دفتر میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(۱۳) حضرت عائشہ رضؓ کی روایت ہے۔

ان امرأۃ ذکرت لہا انہا تصوم رجب فقالت ان کنت صائمۃ شہرًا لا محالۃ فعلیک بشعبان فانہ فیہ الفضل۔

ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ وہ رجب میں روزے بہت رکھتی ہے تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا اگر اس عورت کو نفلی روزے رکھنے ہی ہیں تو پھر شعبان میں رکھا کرے کیونکہ شعبان کو ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے۔

(۱۴) حضرت عائشہ رضؓ کی ایک روایت میں ہے۔

انہ لیس نفس تموت فیہ سنۃ الا کتب اجلہا فی شعبان فاحب ان یکتب اجلی وانا فی عبادۃ ربی وعمل صالح۔

کوئی شخص جو آیندہ سال میں مرنے والا ہے۔ اس کا نام شعبان کے مہینے میں معین ہو جاتا ہے اور وہ زندوں کی فہرست سے علیحدہ کر کے مردوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میری اجل کا وقت معین ہو رہا ہو تو میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوں۔

(۱۵) ایک اور روایت میں ہے۔

انه یکتب فیه لملک الموت من یقبض فاحب ان لا ینسخ اسمی الا وانا صائم

اس مہینے میں ان لوگوں کے نام ملک الموت کو لکھوا دئے جاتے ہیں، جو سال بھر میں مرنے والے ہوتے ہیں میرا دل یہ چاہتا ہے کہ جب میرا نام ملک الموت لکھ رہے ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔

پندرہویں شب

(۱۶) عطاء بن یسار رضؓ سے روایت ہے۔

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان رفع الی ملک الموت صحیفۃ فان العبد لیغرس الغراس وینکح الازواج ویبنی البنیان وان اسمہ قد نسخ فی الموتی۔

شعبان کی پندرہویں شب کو ملک الموت کے سامنے ایک رجسٹر پیش کر دیا جاتا ہے اور کو حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر میں سے نقل کر لو۔

"آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے نکاح کرتا ہے۔ مکان بنواتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا نام مردوں میں لکھا ہوتا ہے۔"

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت میں ہے۔

تقطع الآجال من شعبان الی شعبان حتی ان الرجل

شعبان سے شعبان تک مرنے والوں کے نام مردوں کی فہرست

ينكح ويولد له وقد خرج اسمه في الموتى۔

میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ انسان نکاح کرتا ہے۔ اس کے ہاں اولاد ہوتی ہے۔ مگر اس کا نام مردوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(١٨) حضرت عکرمہؓ کی تفسیر میں ہے۔

يبرم امر السنة وينسخ الاحياء فيكتب الحاج فلا يزاد فيهم احد ولا ينتقص منهم احد۔

سال بھر ہونے والے واقعات لکھ دیئے جاتے ہیں۔ پیدا ہونے والے حج کرنے والے وغیرہ پھر ان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی۔

(١٩) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی روایت میں ہے۔

ينزل الله تعالى الى السماء الدنيا ليلة النصف من شعبان فيغفر لكل شيء الا رجل مشرك او في قلبه شحناء (بیہقی)

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ہر گنہگار کی مغفرت کردیتا ہے۔ مگر مشرک کو نہیں بخشتا اور ان شخصوں کو بھی نہیں بخشتا جن کے دل میں کینہ اور عداوت اور ایک دوسرے سے دشمنی ہوتی ہے۔

(٢٠) حضرت علی رضؓ کی روایت میں ہے۔

اذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله تعالى

جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو اس رات میں عبادت کیا کرو اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھا کرو

ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلی فاعافیه الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (ابن ماجہ بیہقی)

اس رات کو اللہ تعالیٰ مغرب کے وقت سے آسمان دنیا پر اپنی رحمت کے ساتھ نزول فرماتا ہے اور یوں ارشاد فرماتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہو تو اس کو بخش دوں۔ کوئی رزق مانگنے والا ہو تو اس کو رزق سے مالامال کر دوں۔ کوئی بیمار ہو تو اس کو صحت عطا کر دوں۔ غرض اسی طرح ایک ایک ضرورت مند کو صبح صادق تک پکارتے رہتے ہیں۔

(۲۱) حضرت علی رضؓ پندرھویں شب کو باہر تشریف لائے اور بار بار آتے رہے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے اور پھر فرمایا حضرت داؤدؑ بھی اس رات کو باہر نکل کر آسمان کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے۔

ان ھذہ الساعة ما دعا الله فیھا احد الا اجابه ولا استغفره احد فی ھذہ اللیلة الا غفر له ما لم یکن عشارا او ساحرا او کاھنا او عریفا او

یہ ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگو قبول ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ دعا کرنے والا ٹیکس وصول کنندہ نہ ہو جادوگر نہ ہو نجومی اور غیب کی باتیں بتانے والا نہ ہو۔ جلاد اور ظلم کے ساتھ

شرطياً او جابياً او صاحب كوبة او عرطبة۔

مالا وصول کرنے والا نہ ہو۔ قمار باز اور گا بجا کر روزی کمانے والا نہ ہو۔

(۲۲) ان الله تعالىٰ ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الا لمشرك او مشاحن او قاطع رحم۔

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب میں بندوں کی جانب رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اور تمام گنہگاروں کو بخش دیتا ہے، مگر مشرک کینہ پرور اور گود پیٹ کے رشتوں کو منقطع کرنے والا نہیں بخشا جاتا۔

(۲۳) يفتح الله الخير في اربع ليال ليلة الاضحى والفطر وليلة النصف من شعبان ينسخ فيه الآجال والارزاق ويكتب فيها الحاج وفي ليلة العرفة الى الاذان۔

اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بندوں پر خیر اور برکت نازل کرتا ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں رات، عید کی رات، شعبان کی پندرھویں رات، اس رات میں لوگوں کی موت اور ان کا رزق اور حج کرنے والوں کی تعداد لکھی جاتی ہے اور چوتھی عرفہ کی رات ہے صبح کی اذان تک بندوں کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے۔

میرے پاس جبرئیلؑ تشریف لائے اور انہوں نے کہا۔

هذه ليلة النصف من شعبان ولله فيه عتقاء من

یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے۔ اس میں قبیلہ کلب کی بھیڑوں کے

الیٰ عدد شعر غنم کلب۔	بالوں کی تعداد کے برابر گنہگار دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔

(۲۴) حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے ایک دن حضورؐ کو نہیں پایا۔ میں آپ کو تلاش کرنے نکلی تو میں نے آپ کو بقیع میں دیکھا کہ آپ اپنا سر اٹھائے ہوئے آسمان کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا:-

یا عائشۃ اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک و رسولہ۔	اے عائشہ کیا تجھ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے حق میں دست اندازی کرے گا۔

میں نے عرض کیا۔ حضورؐ میں نے یہ خیال کیا کہ آپ دوسری بیویوں کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ سرکارؐ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ عز وجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب۔	اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کو بخش دیتا ہے (کلب عرب کا ایک قبیلہ ہے، جس میں بکریاں اور بھیڑیں کثرت سے ہوتی ہیں۔)
(۲۵) اذا کان لیلۃ النصف من شعبان اطلع اللہ تعالیٰ الی خلقہ فیغفر للمومنین	جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے اور مسلمان

والمومنات و یملی للکافرین ویدع اھل الحقد لحقدھم حتی یدعوہ۔

مردوں اور عورتوں کی مغفرت کردیتا ہے۔ کافروں کو مہلت دیتا ہے۔ کینہ پروروں کو چھوڑ دیتا ہے جب یہاں تک کہ وہ اپنی کینہ پروری سے باز آئیں۔

(۲۶) ابن قانع کی روایت میں ہے۔

لا ینظر اللہ فیھا الی مشرک ولا الی مشاحن ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبل ازار ولا الی عاق والدیہ ولا الی مدمن خمرہ۔

اللہ تعالے اس رات میں مشرک کو اور کود پیٹ کے رشتہ داروں کو منقطع کرنے والے کو ماں باپ کے نافرمان کو، تکبر کی راہ سے ٹخنوں سے نیچے ازار رکھنے والے اور شراب کے عادی کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

(۲۷) اذا کان اول لیلۃ من شعبان فینسخ الملک الموت کل من یقبض روحہ فی تلک السنۃ الی مثلھا من العام المقبل وان الرجل لینکح النساء ولیولد لہ ویبنی ویغرس ویظلم ویفجر وما لہ علم

شعبان کی پہلی رات کو ہر شخص کا نام ملک الموت کو لکھوا دیا جاتا ہے جو آئندہ سال میں مرنے والا ہوتا ہے۔ انسان نکاح بھی کرتا ہے اور کھیتی باڑی بھی کرتا ہے اور ظلم وفسق وفجور کرتا ہے اور نام اس کا مردوں کی فہرست میں ہوتا ہے۔

فی الاحیاء۔

(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اتفاقاً ایک دفعہ شعبان کی پندرہویں رات میری رات تھی۔ جب آدھی رات گزری تو میں نے حضورؐ کو نہ پایا۔ میں آپ کو تلاش کرنے نکلی اور عام طور سے جو عورتوں میں غیرت ہوتی ہے وہی غیرت مجھے بھی آئی۔ میں نے اپنی چادر اوڑھی اور سب بیویوں کی کوٹھڑیوں میں آپ کو تلاش کرتی پھری۔ جب حضورؐ کو کہیں نہ پایا تو مجبوراً لوٹ کر اپنے حجرے میں واپس آئی تو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے کی طرح زمین پر سجدہ میں سر رکھے ہوئے فرما رہے ہیں۔

سجد لک خیالی و سوادی
وآمن بک فؤادی
فهذه یدی وما جنیت
بها علی نفسی یا عظیم
یرجی لکل عظیم اغفر
الذنب العظیم سجد وجهی
للذی خلقه وصوره
وشق سمعه وبصره۔

میرا خیال اور میرا دل تیرے لئے سجدہ میں ہے
اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا بس یہ ہیں
میرے ہاتھ اور جو کچھ میں نے اپنے اوپر کیا ہے
اے بزرگ و برتر تجھ سے ہر بڑی چیز کی امید
کی جاتی ہے تو میرے عظیم گناہ بخش دے
میرا چہرہ اس ذات کے لئے سجدہ میں ہے
جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی
اور کان اور آنکھ دی۔

پھر آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور دوبارہ سجدہ کیا اور دوسرے میں فرمایا۔

اعوذ برضاک من سخطک
واعوذ بعفوک من عقابک
واعوذ بک منک انت کما

میں پناہ مانگتا ہوں تیرے رضا کی تیرے
ناراضی سے اور تیری معافی کی تیرے عتاب
سے اور تیری تجھ سے جیسا کہ

فی الاحیاء۔

(۲۸) حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں اتفاقاً ایک دفعہ شعبان کی پندرہویں رات میری رات تھی۔ جب آدھی رات گزری تو میں نے حضورؐ کو نہ پایا۔ میں آپ کو تلاش کرنے نکلی اور عام طور سے جو عورتوں میں غیرت ہوتی ہے وہی غیرت مجھے بھی آئی۔ میں نے اپنی چادر اوڑھی اور سب بیویوں کی کوٹھریوں میں آپ کو تلاش کرتی پھری۔ جب حضورؐ کو کہیں نہ پایا تو مجبوراً لوٹ کر اپنے حجرے میں واپس آئی تو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے کی طرح زمین پر سجدہ میں سر رکھے ہوئے فرما رہے ہیں۔

سجد لک خیالی وسوادی	میرا خیال اور میرا دل تیرے لیے سجدہ میں ہے
وآمن بک فؤادی	اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا بس یہ ہیں
فهذه یدی وما جنیت	میرے ہاتھ اور جو کچھ میں نے اپنے اوپر کیا ہے
بها علی نفسی یا عظیم	اے بزرگ و برتر تجھ سے ہر بڑی چیز کی امید
یرجی لکل عظیم اغفر	کی جاتی ہے تو میرے عظیم گناہ بخش دے
الذنب العظیم سجد وجهی	میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ میں ہے
للذی خلقه وصوره	جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت بنائی
وشق سمعه وبصره۔	اور کان اور آنکھ دی۔

پھر آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور دوبارہ سجدہ کیا اور دوسرے میں فرمایا۔

اعوذ برضاک من سخطک	میں پناہ مانگتا ہوں تیرے رضا کی تیرے
واعوذ بعفوک من عقابک	ناراضی سے اور تیری معافی کی تیرے عتاب
واعوذ بک منک انت کما	سے اور تیری تجھ سے جیسا کہ

اتبیت علی نفسک اقول کما قال داؤد اخی داؤد فاعفر وجھی فی التراب لسیدی وحق لہا ان یسجد۔

تونے تعریف کیا اپنی ولیا ہی ہے میں کہہ رہا ہوں جیسا تیرے بھائی داؤد نے کہا تو میرے چہرے کو جو کہ مٹی میں ہے بخش دے۔

پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا۔

اللھم ارزقنی قلبا تقیا من الشرک نقیا لا فاجراً ولا شقیا۔

اے اللہ مجھے مضبوط اور شرک سے محفوظ دل دے جو حق کا نقیب ہو فاجر اور شرک نہ ہو۔

پھر میری چادر میں آکر لیٹے، تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا مجھ سے فرمایا اے عائشہ یہ کیا بات ہے میں نے آپ کو تمام معاملہ کی خبر دی، تو آپ میرے گھٹنے دبانے لگے اور فرماتے تھے۔

"افسوس ان گھٹنوں پر، یہ گھٹنے آج کی رات تھک گئے
یہ رات تو ایسی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر
تشریف لاتے ہیں اور اپنے بندوں پر بخشش کر دیتے ہیں
مگر مشرک اور کینہ پرور نہیں بخشا جاتا۔" (بیہقی)

(۲۹) حضرت عائشہ رض کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ میرے ہاں تشریف لائے اور ابھی کپڑے نہیں اتارنے پائے تھے کہ یکایک کھڑے ہو گئے اور تشریف لے گئے میں غیرت کی ماری تمام حجروں میں ڈھونڈتی پھری اور آخر آپ کو بقیع میں پایا کہ آپ قبرستان میں مومنین اور مومنات اور شہدا کے لئے دعا مانگ رہے تھے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہو جائیں آپ اپنے رب کے کام میں مصروف ہیں اور میں دنیا کی حاجت میں مشغول ہوں۔ میں وہاں سے

لوٹ آئی جب حضورؐ واپس آئے تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا۔ حضورؐ
نے دریافت کیا تو میں نے سارا قصہ سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا میرے پاس
جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا تھا کہ یہ شعبان کی نصف رات ہے۔ اس رات میں
اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کو دوزخ
سے آزاد کرتا ہے۔ مگر مشرک، کینہ پرور، قاطع رحم، مسبل ازار، ماں باپ
کا نافرمان، دائم الخمر کو نہیں بخشتا اس کے بعد حضورؐ نے اپنے کپڑے رکھے
اور مجھ سے فرمایا اے عائشہؓ اگر تم اجازت دو تو میں اس رات خدا تعالیٰ
کی عبادت کروں۔ میں نے عرض کیا کہ بڑی خوشی سے آپ کھڑے ہوئے اور
نماز میں اتنا طویل سجدہ کیا کہ میں سمجھی وفات ہو گئی۔ میں نے حضورؐ کے
تلووں کو ہاتھ لگایا تو آپ نے حرکت کی میں خوش ہوئی اور یہ سمجھی کہ آپ
زندہ ہیں۔ میں نے سنا کہ آپ سجدے میں دعا فرما رہے تھے۔

اعوذ بعفوك من عقابك
واعوذ برضاك من سخطك
واعوذ بك منك جل وجهك
لا احصی ثناء علیك انت
كما اثنيت علی نفسك۔

میں پناہ مانگتا ہوں تیری معافی کی تیرے
عذاب کی اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری رضا
کی تیری ناراضی سے اور میں پناہ مانگتا ہوں
تیری تجھ سے عظیم ہے تیری ذات میں ثنا کا شمار
نہیں کر سکتا ہوں تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے اپنے بارے میں کہا

جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ رات کو یہ دعا پڑھ
رہے تھے فرمایا یہ کلمات سیکھ لے اور دوسروں کو بھی سکھا دے۔ مجھے
جبرئیل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھائے ہیں اور مجھ سے کہا کہ میں ان کلمات کو
سجدے میں بار بار پڑھا کروں۔ (بیہقی)

حضرت ابوالحسن بکری فرماتے ہیں۔ اس رات کو بہتر یہ ہے کہ وہ دعا

پڑھے جو شب قدر کے متعلق وارد ہوئی۔ اے اللہ تو بے شک معاف کرنے والا ہے

اللهم انك عفو تحب العفو	معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف کر دے
فاعف عني اللهم اني اسئلك	اے اللہ میں تجھ سے معافی اور عافیت اور معافاۃ
العفو والعافية والمعافاة	مانگتا ہوں ایسی جو ہمیشہ ہو دنیا میں بھی
الدائمة في الدنيا والآخرة۔	اور آخرت میں بھی۔

چونکہ یہ رات شب قدر کے بعد افضل اللیالی ہے اس لئے اس میں بھی یہ دعا پڑھنا چاہئے۔ اور بعض حضرات سے مروی ہے کہ اس رات کو وہ دعا پڑھے جو حضرت آدمؑ نے طواف کے وقت مقام ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھنے کے بعد مانگی تھی۔

حضرت آدمؑ کی دعا:-

اللهم انك تعلم	اے اللہ تو میری چھپی اور کھلی کو جانتا ہے
سري وعلانيتي فاقبل	تو میرا عذر قبول کرلے اور تو میری ضرورتوں
معذرتي وتعلم حاجتي	کو جانتا ہے تو میرا سوال پورا کر دے اور
فاعطني سؤالي وتعلم	تو جو کچھ میرے دل میں ہے جانتا ہے تو بخش
ما في نفسي فاغفر لي	دے میرے گناہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا
ذنوبي اسئلك ايمانا	سوال کرتا ہوں جو میرے دل میں سما جائے
يباشر قلبي ويقينا	اور سچے یقین کا حتیٰ کہ میں جان لوں
صادقا حتى اعلم انه	کہ جو تو نے لکھ دیا ہے وہی مجھ کو ملے گا
لا يصيبني الا ما كتبت	اور اپنے فیصلہ پر مجھے راضی کر دے
لي وارضني بقضائك۔	

اس دعا کے بعد ارشاد ہوا۔ اے آدمؑ میں نے تیری

دعا قبول کرلی اور جو تیری اولاد میں سے یہ دعا کرے گا، اس کی دعا بھی قبول کروں گا۔

۳۰ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

۳۰ اپریل ۱۹۷۲ء

ختم شد